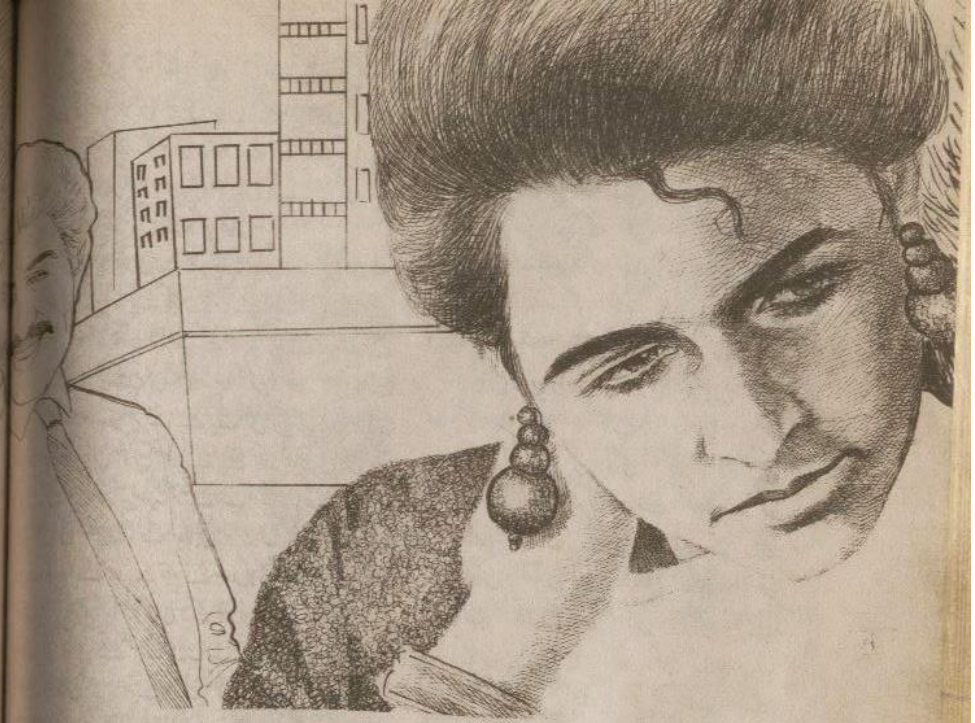
Ik tery any se

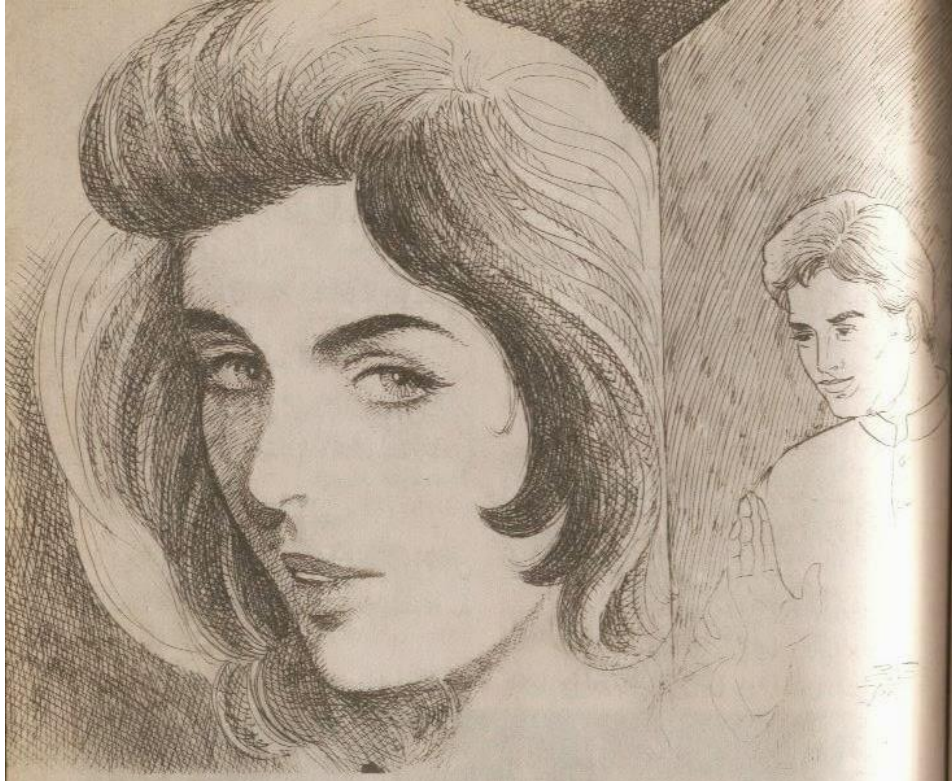


ناولٹ

ایک تیرے آنے سے

عالیہ حرا

وہ سر جھکائے بڑی تندہی سے او پی ڈی میں مصروف تھی۔ بالوں کی ایک لٹ نیچے کو ڈھلک آئی تھی۔ ہر نئے آنے والے مریض کو ایک نگاہ دیکھتی اور پھر سوال پوچھتے ہوئے کاغذ کھینچ کر تیزی سے لکھنے لگتی۔ میڈیسن کے بارے میں ہدایات دیتی۔ نئے آنے والے مریض سے باریک بینی سے سوال کرتی۔ اس تمام عرصے میں اس کے چہرے پر ایک الوہی سی مسکراہٹ ہوتی جو جانے والے مریضوں کو جیسے صحت کی ایک نئی امید دے جاتی۔ مریض کی آدھی بیماری تو اسی مسکراہٹ کے عوض ختم ہو جاتی۔ پُرشفیق مسکان۔ اس کے سامنے بیٹھی ڈاکٹر



راحت کے چہرے پر بیزاری پھیل رہی تھی۔ آج اس کا موڈ جتنا اچھا تھا اور جتنی جلدی وہ فارغ ہونا چاہتی تھی اتنا ہی آج او پی ڈی میں رش تھا۔ دورانِ چیک اپ ڈاکٹر راضیہ کی نگاہ راحت کی جانب اٹھ جاتی۔ ثانیہ بھر کو مسکراہٹ گہری ہو جاتی۔

''سسٹر!'' بیزاری کا گہرا سانس لے کر اس نے اپنا پین بند کیا۔

''جی ڈاکٹر!'' بلڈ پریشر چیک کرتی سسٹر رخشی نے پلٹ کر دیکھا۔

''کتنے مریض باقی ہیں؟'' اس نے منہ کھول کر جمائی لی۔

''میرے خیال میں سات آٹھ ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر راحت کھڑی ہوئی۔

''راضیہ میں جا رہی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے۔ غضب خدا کا آج میری منگنی کا دن ہے اور میری مصروفیت ہی ختم نہیں ہو رہی۔'' ڈاکٹر راضیہ نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

''جاؤ! بلکہ تم آج نہ ہی آتیں تو بہتر تھا۔''

''کیسے نہ آتی، تمہارا خیال جو آ گیا تھا۔ تم سے ملنا جو تھا، تمہیں منگنی کی انگوٹھی دکھائے بغیر مجھ سے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔'' راحت کا انداز ذومعنی و شرارتی تھا۔

راضیہ مسکرا کر مریضہ کی جانب متوجہ ہو گئی۔ راحت کے چھیڑنے کے باوجود وہ اس موضوع پر کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ ایک چپ سو سکھ۔

''لوگ جلنا تو درکنار دوسری نگاہ ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ عجیب سے سیلف میڈ ٹائپ لوگوں سے واسطہ

پڑ گیا ہے۔'' اپنا بیگ بند کرتے ہوئے راحت مسلسل بڑبڑا رہی تھی اور اسی تسلسل سے راضیہ اپنا کام کر رہی تھی۔

''میں جا رہی ہوں؟''

''کہاں!'' بے ساختہ گردن گھما کر اسے دیکھا۔

''وہ..... وہ.....'' راحت نے دانتوں تلے انگلی دبائی اور موبائل گھمانے لگی۔

اوہ! راضیہ سمجھ گئی ''عامر سے کہنا میں چائے پینے آ رہی ہوں۔''

''کباب میں ہڈی!''

''چلو جاؤ، آ رہی ہوں میں۔'' اور وہ پاؤں پٹخ کر ہال سے باہر نکل گئی۔ راضیہ دوبارہ تندہی سے مریضوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔

☆☆☆

''اسپتال..... اسپتال..... اسپتال..... لڑکی تو بس اسپتال کی ہو کر رہ گئی۔'' امو جان نے جھلائے ہوئے انداز میں پاندان بند کیا۔

''رات گئے آئی تھی صبح پھر غائب۔ اری کنیز، کیا کہہ گئی تھی وہ۔'' امو جان نے صفائی کے لیے پوچھا پھیرتی کنیز کو دیکھا۔

''میں اندر آ رہی تھی گھر میں وہ باہر نکل رہی تھیں۔ بس اتنا کہا کہ آپ کو بتا دوں کہ اسپتال جا رہی ہوں۔'' رک کر امو جان کو جواب دے کر پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

''ناشتا کیا تھا؟''

''معلوم نہیں، بتایا تو ہے!''

''عثمان..... عثمان.....!'' انہوں نے یونیورسٹی جاتے پوتے کو پکارا۔

''جی دادی جان!''

''ذرا اسپتال کا نمبر تو ملانا۔''

''کیوں دادی جان طبیعت تو ٹھیک ہے۔ آپ کو اسپتال لے چلوں یا ڈاکٹر احتشام کو گھر بلا لوں۔'' فائل اور بیگ رکھ کر ان کے قریب تفکر سے بیٹھا۔

''ارے ہٹو، مجھے ڈاکٹر صاحبہ راضیہ سے بات کروا دو۔'' ان کا انداز زچ ہو جانے والا تھا۔

''اوہو!'' عثمان کے ہونٹ سیٹی کے انداز میں گول گئے۔ ''ڈاکٹر راضیہ صاحبہ' خیریت..... وہ آج صبح صبح سدھاری ہیں۔ ہاسپٹل.....!''

''ہاں، سارے جہاں کی مسیحائی ان کے اندر سمائی ہے۔ گھر والوں کے لیے ان کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے۔ بڑی مصروف پرسنالٹی ہے محترمہ کی۔'' عثمان سر کھجا کر رہ گیا۔ امو جان کو فارم میں آتے دیکھ کر کنیز بالٹی اٹھا کر باہر نکل گئی۔ امو جان کا رخِ روشن اس کی طرف ہو گیا تو خیریت نہیں۔

''خیریت..... تو..... ہے.....؟'' بڑے ڈرے سے انداز میں پوچھا۔

''خیریت تو ہے۔ بس محترمہ ڈاکٹر صاحبہ سے پوچھنا تھا آپ نے ناشتا کیا ہے یا نہیں۔ دوپہر کو گھر تو آئیں گی یا نہیں۔ رات کب تک انتظار کروں۔''

''دا..... دی..... جان..... کیا اس کا کوئی رشتہ آیا ہے؟'' عثمان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ کیونکہ امو جان کا ایسا موڈ اور راضیہ کا صبح صبح راہِ فرار اسی وقت ہوتا ہے۔

''ارے رشتہ کیوں آئے باہر سے، گھر کے لڑکے کیا بھاڑ جھونکیں گے۔ اس کی شادی میں نے خاندان میں ہی کرنی ہے۔ سن لو تم لوگ۔ غضب خدا کا! چار لڑکیاں خاندان میں ان کے برابر کی باہر دیکھے جائیں۔'' عثمان نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''دادی جان میرے پاس راضیہ باجی کا نمبر نہیں ہے۔ مجھے یونیورسٹی جانا ہے جلدی۔ پپا آ رہے ہیں ان سے لے لیں۔'' عثمان فائل اور بیگ اٹھا کر باہر نکل گیا۔

''جلدی جانا ہے۔'' امو جان کا خون کھول گیا۔ ''گھڑی گیارہ بجا رہی ہے دن کے۔ یہ جلدی جانے والوں کے لچھن ہیں۔ نہ جانے کیا کرے گی یہ نوجوان نسل۔ دیر سے اٹھنا دیر سے سونا ہر کام میں دیر۔ غضب خدا کا امتحان جانے کیسے وقت پر دے دیتے ہیں۔''

''یاور..... یاور..... انہیں پھر ڈاکٹر راضیہ کی یاد آ گئی۔

''آؤ، مجھے ذرا راضیہ کا نمبر ملا دے، جانے بچی نے

ناشتا کیا یا نہیں کیا۔ کیا وقت ہو رہا ہے، اسے کہو گھر آ کر کھانا کھا لے۔ اس کی پسند کا مٹر قیمہ بنوا رہی ہوں۔''

ان کے دل میں پھر پوتی کا دکھ جاگ گیا۔ مظلوم' دکھی' مسکین غریب ڈاکٹر راضیہ عمر۔

''ہیلو! نیشنل ہاسپٹل ہے؟''

''جی یہ نیشنل ہاسپٹل ہے۔''

''پلیز ذرا ڈاکٹر راضیہ عمر کو بلوا دیجئے۔''

''ہولڈ کریں۔'' ٹیلی فون آپریٹر نے ریسیور سائیڈ پر رکھ کر جاتے ہوئے وارڈ بوائے کو پکارا۔

''واجد..... واجد.....! پلیز ذرا ڈاکٹر راضیہ کو بلا کر لانا' کہنا آپ کا فون ہے۔''

''کس کا ہے؟'' ڈاکٹر راضیہ شاید بھاگتی ہوئی آئی تھی' سانس پھول رہا تھا۔ امو جان کا ہو گا۔

''ہیلو..... جی.....! السلام علیکم امو جان.....!''

''راضیہ میں تمہاری ماما..... کیسی ہو؟''

''اوہو.....'' ایک دم ہی چپ سی ہو گئی۔ ننھی منی دبی ہوئی چنگاری سلگنے لگی۔

''کیا ہوا..... کیا کر رہی ہو آج کل۔ تمہارا ہاؤس جاب مکمل ہو گیا پتا چلا تھا مجھے۔ تمہاری پریکٹس کیسی جا رہی ہے؟''

''ٹھیک جا رہی ہے۔'' اس کی پلکیں غیر محسوس طریقے سے بھیگ رہی تھیں۔

''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

''جی!''

''میں آج کل بینکاک میں ہوں، واسق کی پوسٹنگ ہو گئی تھی۔ دوبارہ شاید دو سال کے بعد لندن جانا ہو۔ اس لیے میں تمہیں بلوا نہ سکی۔ تم اپنا نیٹ میل دو۔ رات کو تم سے بات کروں گی۔''

''میرا کوئی نیٹ میل نہیں ہے پھر میں اتنی مصروف رہتی ہوں ٹائم ہی نہیں ملتا۔''

''چلو..... اچھا..... تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتا دو۔ میں بھیج دوں۔''

زندگی بدلنے والی ورزش کی مشینیں

JOGGING TREADMILL



ڈاکٹرز کی پسندیدہ اور تجویز کردہ۔ دُنیا بھر میں موٹاپے اور کولیسٹرول کے خاتمے اور زندگی بھر اسمارٹ اور فٹ رہنے کے لئے آزمودہ۔ خواتین وحضرات کے لئے یکساں مفید۔ بجلی سے چلنے والے خودکار نیز مینوئل ماڈلز کی وسیع رینج آپ کی ضرورت اور بجٹ کے عین مطابق۔

A seen on TV

AB KING PRO



دنیا بھر میں زیرِ استعمال درآمد شدہ ایکسر سائزر خواتین اور مردوں کے لئے یکساں مفید۔ صرف 3 منٹ روزانہ استعمال سے پیٹ کی چربی غائب اور آپ نظر آئیں اسمارٹ۔ مصروف ایگزیکٹیوز کے لئے موزوں ترین۔ طریقہ استعمال پر مشتمل مفت وڈیو/CD کے ساتھ

یاد رکھیے! دائمی صحت برقرار رکھنے کے لئے چند منٹ کی گھریلو ورزش کا کوئی نعم البدل نہیں، ورزش کے کوئی مضر اثرات نہیں

BILAL BROTHERS

All Brands of Exercise Repaired
All Credit Cards Accepted

Mustafa Arcade, SMCHS, Karachi. Tel: 4531961-62

LAHORE	FAISALABAD	PESHAWAR	QUETTA
NABI BUX	ELECTROLUXE	RASHID SONS	S. K. SPORTS CO
Tel: 7354004	Tel: 541004	Tel: 272823	Tel: 825564

BB- 2005/09

(محبت کی۔ ماں کی گود کی۔ توجہ کی۔ اپنائیت کی۔ ایک ماں کی!)

"نہیں اب تو سب کچھ ہے پھر میری تنخواہ ہی کافی ہے۔ امو جان میرا بہت خیال رکھتی ہیں۔ کچھ خرچ ہی نہیں کرنے دیتیں۔"

"ہاں، میں جانتی ہوں پھر تمہارے پاپا کا بھی تو ایک بڑا حصہ....."

"پلیز..... ماما....." ماں کی خودغرضی پر غصہ آنے لگا۔

"ایسی باتیں مت کیا کریں۔ آپ جانتی ہیں کہ....."

"میں تمہیں سمجھا رہی ہوں، ایسا نہ ہو کہ تمہیں چند لاکھ پر ٹرخا دیا جائے۔ بہت جائداد ہے ان کی۔"

"وہ سب میرے محسن ہیں۔ میری تربیت گاہ ہے۔ وہ کچھ نہ دیں تو مجھے اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ انہوں نے تمام تر حقوق ادا کیے ہیں میرے۔ ماں کے باپ کے، بہن بھائیوں کے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ سخت ہوگیا۔

"اپنے دماغ کو درست رکھو میں پھر فون کروں گی۔ سب کو میرا اسلام کہنا، خدا حافظ۔"

فون بند ہوگیا۔ اس کا دل پاتال میں ڈوب کر ابھرا۔ رشتہ خودغرضی سے پیوستہ ہے۔ اس کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ کاریڈور سے گزر کر لان میں آ گئی۔ پپا کو موت نے چھین لیا..... اور..... ماما کو حالات نے۔ اگر امو جان نہ ہوتیں تو.....! سنگ مرمر کی بینچ پر بیٹھتے ہوئے آنسوؤں سے بوجھل پلکوں کو پوروں سے صاف کیا۔ لان میں کافی رونق تھی کیونکہ ملاقات کا وقت تھا۔ لوگ اپنے مریضوں سے اپنے پیاروں سے ملنے آ رہے تھے۔

سامنے ہارسنگھار کا گھنیرا درخت تھا۔ اس پر چڑیاں، کوئے، کبوتر شور مچا رہے تھے۔ اس درخت پر ہوتے شور کو وہ دلچسپی سے دیکھ رہی تھی اور ذہن میں امو جان کا شفیق، مہربان سراپا تھا۔ اگر وہ نہ ہوتیں تو.....تو کیا ہوتا؟ اس کا وجود ٹھوکروں میں ہوتا۔ اس کی ذات اتنی مکمل اور پُراعتماد نہ ہوتی۔ آج وہ ڈاکٹر راضیہ نہ ہوتی۔ راضیہ صرف راضیہ، نامکمل راضیہ۔ ماں کو اس کی ذات پر کوئی اختیار نہیں، تعلق ضرور ہے مگر حق نہیں۔ اس پر ہر حق اس کی امو جان کا ہے۔ دھیرے سے آنکھیں موند کر مسکرا دی۔

اس بات سے بے خبر کہ سیاہ ذہین آنکھیں اس کے سراپا کا طواف کر رہی ہیں بلکہ کرتی رہتی ہیں۔ نوعمر ڈاکٹر راضیہ عمر کی شان دار گریس فل پرسنالٹی لیے دیے رہنے والا انداز، رکھ رکھاؤ اور نپا تلا لہجہ۔ اسے صرف اپنے کام سے غرض تھی۔ اسے اپنی ٹائمنگ عزیز تھی۔ او پی ڈی سے شغف تھا۔ ڈاکٹر راضیہ عمر کو کسی نے فرصت سے گپیں ہانکتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دوسروں کے حصے کا کام محبت سے اپنے ذمے لے لیتی تھی۔ دوسروں کی ڈیوٹی بخوبی انجام دے لیتی تھی۔ اس اسپتال میں اس کی صرف ایک لڑکی سے دوستی تھی اور اس لڑکی کا نام تھا راحت! راحت ذیشان اس کی کزن۔ اس کے تایا زاد بھائی عامر ذیشان کی منگیتر۔ اس سے دو سال سینئر تھی۔

ڈاکٹر راضیہ کو بینچ سے اٹھتے دیکھ کر ڈاکٹر ضرغام بھی پلٹ گیا۔ اس کے لیے وہ ڈاکٹر راحت سے راہ ہموار کرلے گا۔

☆☆☆

"السلام علیکم!" لاؤنج میں داخل ہو کر اپنا اوورآل..... سائیڈ تخت پر رکھا اور امو جان کے پیچھے سے گلے لگ کر ان کے رخسار پر پیار کیا اور پھر چونک کر ان کے برابر میں بیٹھ گئی۔

"امو جان السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام..... ناحق سلام کا بوجھ ڈھوتی ہو۔ ہم کون ہیں تمہارے!" انہوں نے منہ پھیر لیا۔

"امو جان کیا ہوا؟" حیرانی سے ان کی جانب گھوم گئی۔ انہوں نے ناراضی سے اس کی جانب دیکھا۔ غصہ، پیار، خفگی، شکوہ، ناراضی۔ اپنائیت۔ راضیہ نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"سوری امو جان۔" دھیرے سے دیکھتے ہوئے مسکرا دیں۔

"جرم سننے سے پہلے معافی مانگ رہی ہو۔"

"سزا سننے سے پہلے معافی مانگ لینا چاہیے۔ ترمیم ہو جاتی ہے سزا میں۔" انہوں نے ساتھ لگا لیا۔

"کتنی بار کہا ہے کہ بھوکی پیاسی نہ جایا کرو اسپتال۔ جانتی ہو نا کہ میں کچھ نہیں کھا سکتی اس طرح....."

"اوہ.....! ایم..... سوری۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہوگی۔" معصومیت سے کان پکڑ لیے۔

"سارا دن کچھ کھایا؟"

"نہیں! ہاں چائے کے ساتھ کچھ اسنیکس لیے تھے۔"

"اور کھانا.....!" خفگی سے دیکھا۔

"وہ آپ کے ساتھ کھانا تھا..... نا....." شرارت سے مسکرائی۔ امو جان خفگی سے اسے دیکھے گئیں۔

"میں کھانا لائی ہوں پھر مل کر کھاتے ہیں۔" وہ فوراً باہر بھاگی۔

"کیوں گئی تھیں! اتنے سویرے؟" امو جان نے کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔

"ایک ایکسیڈنٹ کیس تھا۔ ڈاکٹرز کی ضرورت تھی۔ میرا گھر چونکہ قریب ترین ہے اس لیے پہلے مجھے فون کیا جاتا ہے۔"

"اچھا سنو!"

"امو جان تائی اماں کہاں گئی ہیں؟" وہ اپنی دھن میں تھی۔

"فہد کے رشتے کی بات چیت چل رہی ہے۔ بر دیکھنے کے لیے گئے ہیں۔"

"کتنا مزہ آئے گا نا فہد بھائی کی شادی پر۔"

"ہاں۔" دھیما سا لہجہ تھا۔ دل مسوس کرنے والے انداز میں اپنی مظلوم دکھی پوتی کو دیکھا۔ کتنی خواہش تھی کہ وہ فرخندہ اور سلیم کی بہو بنے۔ مگر.....!

"امو جان میٹھے میں کیا بنا ہے۔" برتن سمیٹ کر پانی پینے لگی۔

"دیکھ لو جا کر۔"

"میں لاتی ہوں۔" وہ ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی۔

اک ہارا ہوا سا سانس ان کے وجود سے باہر نکلا۔ فرخندہ ان کی بہو نے صاف ہری جھنڈی دکھا دی۔

"نہیں امو جان! ہم سب آپ کے تابعدار، فرماں بردار ہیں مگر اس کام کے لیے ہمیں مجبور نہیں کریں گے۔ میرے تینوں بچوں کے لیے کمی نہیں ہے لڑکیوں کی۔" نخوت بھرا انداز تھا۔

"مگر فرخندہ راضیہ گھر کی بیٹی ہے۔ ہم گھر والے ہی اس کے متعلق بہتر انداز میں سوچ سکتے ہیں۔"

"ہاں گھر کی بیٹی ہے۔ اس گھر کے لوگوں نے حق ادا کر دیا ہے۔ اب باری ہے میکے والوں کی، فون کریں اور کہیں میں راضیہ کی شادی کرنا چاہتی ہوں شازل، صدام یا کسی سے بھی، جو جواب دیں وہ مجھے ضرور بتائیے گا۔" رعونت سے بات مکمل کی۔

"مگر میری خواہش ہے کہ راضیہ اس گھر سے کہیں نہیں جائے۔ وہ میرے بیٹے کی آخری نشانی ہے۔"

"اوہ نہ آخری نشانی!" منہ ہی منہ میں کہا جانے والا یہ فقرہ امو جان نے دل سے سنا تھا پھر فرخندہ تھیں بھی ایسی، انہیں ساس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

"ضروری نہیں ہے امو جان کہ انسان کی تمام خواہشات پوری ہوں۔ پھر بیٹی بنا کر پالا ہے آپ نے تو بیٹیوں کو تو رخصت کرنا ہی ہوتا ہے۔ بالکل ایسے جیسے راحت، مہرین اور اس گھر کی دوسری لڑکیاں ہوں گی۔" ان کا انداز امو جان کا دل دکھا رہا تھا مگر فرخندہ کو بالکل بھی پروا نہیں تھی۔

امو جان کو یہ بھی احساس ہوگیا تھا کہ فرخندہ چاہتی ہی نہیں ہیں کہ راضیہ اس گھر میں بہو کی حیثیت سے رہے اور ان کی خواہش تھی کہ ہر حال میں راضیہ ادھر ہی رہے مگر ابھی آس ٹوٹی نہیں تھی، ابھی ان کے دونوں بیٹے سلامت تھے۔ فہیم کے عدیل اور جہاں زیب تھے۔ کامران کے دونوں بیٹے رضا اور سلجوق کے متعلق بھی سوچا جا سکتا تھا پھر ان کا نواسہ عرفان بھی تو تھا۔ اتنے سارے لڑکوں کی موجودگی میں راضیہ باہر کیسے جا سکتی تھی۔ ان کے دل میں امید کی کرن پیدا ہوگئی۔ کسی مناسب موقع پر وہ فرداً فرداً سب سے بات کریں گی۔ ان کے دل میں خوشگوار سی ہلچل مچ گئی۔ اتنی قابل تو ہے وہ۔ نازک، کامنی سی، سیاہ سلکی بالوں والی باربی ڈول مٹی کی باربی ڈول جیسی۔ قابل ڈاکٹر۔ مستقبل روشن ہی روشن۔ ماضی کی تلخیاں بھلا دی جائیں تو راضیہ ایک مکمل

لڑکی تھی۔ کسی بھی لڑکے کا خواب..... مگر..... سوچتے سوچتے دل میں پلان بناتے وہ راضیہ کو ہر خاندان کے لڑکے کے ساتھ کھڑا دیکھتیں۔ ہر جوڑی سج جاتی مگر..... ان کے دل میں ویرانیاں سی اترنے لگتیں۔ لوگ ماضی ہی تو نہیں بھولتے۔ لوگ ذات سے منسلک کہانیاں ہی تو فراموش نہیں کرتے۔ لوگ بھول جائیں۔ مگر..... خاندان والے قدم قدم پر عہد ماضی کو یاد دلا دیتے ہیں۔ اتنا بڑا گناہ نہیں ہوتا جتنا بڑا گناہ قرار دے دیتے ہیں۔ کاش..... کاش..... ان کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

''اے..... سوہنے رب.....!'' آخر وہ اس ذاتِ باری تعالیٰ سے رجوع کرنے لگتیں جو سب کا پالن ہار ہے اور دل کی امیدوں کو بہتر طور سے جانتا ہے۔

☆☆☆

''انسان کی منگنی ہو جائے تو وہ کتنا اہم اور خوب صورت ہو جاتا ہے۔'' راحت نے واک کرتے ہوئے راضیہ کو دیکھا۔

''ظاہر سی بات ہے دو انسان ایک دوسرے کے حوالے سے خوب صورت احساسات سے منسلک ہوئے ہوں تو خوب صورت اور اہم ہونا تو لازمی امر ہے۔'' مسکرا کر اسے دیکھا۔

''ہوں.....'' ہاتھ میں پڑی رنگ گھماتے ہوئے راحت کچھ سوچنے لگی۔

''تم آج کل اسپتال سے بہت آف ہونے لگی ہو۔''

''ظاہر ہے شادی کی تیاریاں میری پسند سے ہی ہوں گی، تم تو میرا ساتھ دو گی نہیں۔'' اس کا انداز ذومعنی سا تھا۔

''بھئی مجھے ان کاموں کا کون سا تجربہ ہے۔ میرے لیے امو جان جو بنا دیتی ہیں پہن لیتی ہوں۔'' کھجور کے پیڑ تک جا کر دونوں نے واپسی کا سفر طے کیا۔

''راضیہ تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تمہاری زندگی میں بھی ایسی ہی خوشی ہو ہلچل ہو۔ چاہنے سراہنے والا ہو، ذرا ذرا سی باتوں پر بہت خیال رکھنے والا اور روٹھنے منانے کا سلسلہ۔ سچ یہ سب زندگی کے خوب صورت رنگ ہیں اور میں چاہتی ہوں تم بھی ان خوب صورت رنگوں سے کھیلو۔ لان کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر سر اٹھا کر راحت نے راضیہ کو دیکھا۔ لمحے بھر کو راضیہ کے چہرے پر سایہ سا لہرایا مگر کمال ضبط تھا اس کا۔

''راحت آئی ہے مگر خبر ہی نہیں، جانے اس جوڑی کو چین کیسے پڑتا ہے۔'' لاؤنج میں امو جان کی آواز ابھری۔

''آئی ہے تو دو گھڑی نانو کے پاس بیٹھ جائے، سائرہ کی خیر خبر دے۔ دیکھنا تو ذرا عثمان کدھر ہے یہ۔'' راحت منہ نیچے کر کے ہنسنے لگی۔

''نانو جان ناراض ہیں۔''

''تم بھی تو ان کے پاس نہیں بیٹھتی ہو، جاؤ اندر۔'' راضیہ نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔ نازک سا موضوع اسے چھوئے بغیر گزر گیا۔

''میں آتی ہوں۔'' راحت اندر بھاگی۔ راضیہ ادھر ہی بیٹھ گئی۔

میں بھی ایک لڑکی ہوں۔ میرے بھی خواب' ارمان' احساسات ہیں مگر عرصہ ہوا میں دریچۂ دل کو بند کر چکی ہوں۔ میں نے اپنے خوابوں کو مقفل کر دیا ہے۔ اب میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ کام..... کام..... اور کام۔ دوسروں کے لیے جینا دوسروں کے لیے مرنا۔ دھیرے سے نم پلکوں کو چھوا۔ اب میں نے سرجین بننا ہے اور ہائر اسٹڈی کے لیے باہر جانا ہے۔ اپنی ذاتی این جی او بنانی ہے جس کے پلیٹ فارم سے صرف مستحقین کی مدد ہوگی۔ اپنے اسپتال کے لیے دن رات کام کرنا ہے۔ میرے پاس اتنا ٹائم کہاں کہ..... میں شادی کے لیے سوچ سکوں..... یا خواب دیکھوں۔ خود اپنے لیے اس کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔ ہو سکتا ہے مجھے اسکالر شپ مل جائے یا پھر میں باہر سے واپس ہی نہ آؤں۔

''راحت پلیز مجھے مت ستایا کرو۔ تم تو ساری حقیقت سے واقف ہو پھر..... پھر مجھے خواب دیکھنے پر مجبور کرتی ہو۔ تمہارے خواب تمہیں ہی مبارک ہوں۔'' راضیہ دل ہی دل میں راحت سے مخاطب تھی اور راحت



اس کے ہر دکھ سے بے خبر اندرا موجان کو اپنے لطیفوں سے ہنسا رہی تھی "خدا تمہیں ہنستا رکھے۔" اس کے دل سے دعا نکلی۔

☆☆☆

"تم ڈاکٹر ضرغام آفریدی کو جانتی ہو؟" او پی ڈی سے فارغ ہو کر وہ دونوں کینٹین کی طرف جا رہی تھیں کہ راحت نے پوچھا۔

"کون ڈاکٹر ضرغام؟" راضیہ لاعلم تھی۔

"آج میں نے انہیں آفس میں دیکھا تھا۔ ان کا اپنا پرائیویٹ اسپتال ہے۔ ڈاکٹر سر صادق علی کے کہنے پر وہ گھنٹے کے لیے اسپیشل مریضوں کا معائنہ کرنے آتے ہیں۔" کینٹین میں داخل ہو کر دونوں نے اپنی مخصوص چیئر سنبھال لی۔

"پھر تو بہت بوڑھے ہوں گے۔" راضیہ نے ویٹر کو اشارہ کیا۔

"بہت بوڑھے!" راحت چیخی۔

"کیا بہت زیادہ بوڑھے ہیں؟" راضیہ نے تعجب سے دیکھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ صرف کام پر تمہاری نظر ہے، ذرا نظر اٹھا کر بھی چلا کرو۔ ایک دم ینگ ہیں وہ۔"

"اچھا.....!" راضیہ دھیرے سے ہنسی۔ جس کا اپنا اسپتال ہو اور جو دو گھنٹے اپنے مصروف وقت سے نکال کر اسپیشل مریضوں کا معائنہ کرنے آتا ہو، وہ ینگ کیسے ہو سکتا ہے۔" راضیہ کا انداز چڑانے والا تھا اور راحت چڑ گئی۔

"اسپتال ان کے والد کا ہے اور دو گھنٹے وہ اپنے والد کی دوستی کی مروت میں دیتے ہیں۔ آیا سمجھ میں!" کافی کا کپ سامنے کیا اور اسٹک اٹھا لیے۔

"آ..... گیا..... ہے..... مگر تم کیوں فکر مند ہو۔" اب کے راضیہ نے چڑایا۔

"اس لیے کہ مجھے پرائی فکر میں مبتلا ہو کر دبلا ہونے کا شوق ہے۔" کافی کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا "کبھی کسی کی بات بھی سن لیا کرو۔" راحت زچ ہو گئی۔

"تو اتنی دیر سے کس کی بات سن رہی ہوں۔" حیرت اور شرارت کا عکس لے کر اسے دیکھا۔ راحت کافی کپ کے پیچھے سے لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا بتاؤ۔ لگتا ہے تم کوئی اہم بات بتانے والی ہو۔" راضیہ کو اس پر ترس آ گیا۔

"وہ بہت حسین بالکل شہزادہ ہے۔ شان دار پرسنالٹی ہے کہ بس انسان دیکھتا رہ جائے۔" اس کا انداز نوعمر لڑکیوں والا تھا۔

"اچھا! تم نے شہزادے دیکھے ہیں۔" مسکرا کر چڑایا "اور کیا عامر بھائی شہزادے نہیں۔" وہ مسلسل زچ کر رہی تھی۔

"تم..... تم..... راضیہ مجھ سے مار کھاؤ گی۔" کپ پٹخا "کسی کی تعریف کرنا برائی نہیں۔ اللہ خوش ہوتا ہے۔"

"اچھا تم تعریف کرو۔ اللہ کو خوش کرو۔ میری کافی ختم میں ذرا وارڈ کا ایک چکر لگا لوں۔" وہ کھڑی ہو گئی۔ دھیرے سے اس کا رخسار چھوا اور پلٹ گئی۔

"یہ لڑکی!" راحت نے بل کھا کر جاتی ہوئی راضیہ کو دیکھا۔ جتنا اسے عزیز تھی اتنا اسے جلاتی تھی وہ..... اور مشکل یہ تھی کہ ضرغام آفریدی اسے راضیہ کے لیے پسند آ گئے تھے اور وہ چاہتی تھی کہ ضرغام آفریدی کو راضیہ بھی دیکھ لے۔ شاید محبت کی دیوی مہربان ہو جائے۔ ورنہ ارینج صورت حال تو ترتیب دی جا سکتی تھی۔

"اف..... کتنی پیاری لگے گی دونوں کی جوڑی۔" اس نے سب معلومات کر لی تھیں۔ ضرغام آفریدی کے تین بہن بھائی تھے اور ان کی مدر ڈاکٹر شگفتہ آفریدی کو آج کل اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے لڑکی کی تلاش تھی۔ مجھے سب سے پہلے ڈاکٹر ضرغام سے دوستی کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہی ان کی ماما تک رسائی ہو گی اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انہیں اس کی پیاری نازک سی کزن راضیہ عمر پسند ہی نہ آئے۔ اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا اور اس نے عہد کر لیا تھا کہ وہ اپنی اس کزن کو ہر حال میں دکھوں سے نکال لائے گی۔ انشاء اللہ.....!

☆☆☆

"ڈاکٹر راضیہ آپ کی مما کا فون ہے۔" سسٹر شہلا نے اسے آ کر اطلاع دی۔ اپنے مریض کی فائل پڑھتی راضیہ چونک گئی۔

"وہ آپ کا موبائل نمبر مانگ رہی تھیں۔ جس کا مجھے علم ہی نہیں تھا۔" مما مجھے روز روز کیوں فون کرنے لگی ہیں۔

"انہیں کہہ دو کہ میں گھر جانے کے لیے نکل چکی ہوں۔"

"او کے!" سسٹر شہلا پلٹ گئی۔

"ایم سوری ماما....." اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ آپ کے فون میں محبت ہوتی تو میں ضرور اٹینڈ کرتی مگر آپ میرا دماغ خراب کرنا چاہتی ہیں۔ مجھے کسی جائداد سے کوئی مطلب نہیں ہے خواہ وہ میرے پپا کی کیوں نہ ہو۔ مت کیا کریں مجھے فون..... پلیز۔ اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔ اس وقت شدت سے رونے کی خواہش جاگی اور وہ آرام سے اپنی خواہش پوری کر لیا کرتی تھی مگر یہ موقع تھا نا محل۔ وہ مریضوں کی فائلیں دیکھ رہی تھی۔ شدتِ برداشت سے آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ لب بھینچ کر فائل کھولی۔

"راضیہ، راضیہ، تم یہاں ہو، میں سب جگہ تمہیں تلاش کرتی آ رہی ہوں۔ ابھی ابھی سسٹر شہلا نے بتایا ہے کہ تم ادھر ہو۔" راحت اپنی دھن میں بولتی آ رہی تھی۔ "آؤ تمہیں ڈاکٹر ضرغام سے ملواؤں۔"

ابھی سر اٹھا کر وہ راحت کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات سن رہی تھی کہ عقب سے مردانہ وجاہت کا شاہکار چہرہ ابھرا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

"ڈاکٹر ضرغام یہ میری کزن ڈاکٹر راضیہ اور راضیہ یہ ڈاکٹر ضرغام جن کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا۔" راحت کا شوق دیدنی تھا۔

ڈاکٹر ضرغام اسے دیکھتا رہ گیا۔ ابھی تک تو صرف دور دور سے دیکھا تھا۔ آمنا سامنا ہوا تو محسوس ہوا اس کے صبیح چہرے پر سب سے خوب صورت چیز اس کی سیاہ گہری پلکیں ہیں۔ جن پر لمحہ بھر کو مصنوعی کا گمان ہوتا ہے مگر دورانِ ڈیوٹی ڈاکٹرز آرائشی اشیا کیونکر استعمال کریں گی۔ کسی اندرونی عکس سے آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ سادگی کا پیکر کسی بھی میک اپ سے عاری چہرہ۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام..... تو آپ ہیں ڈاکٹر راضیہ۔ بہت تعریف کر رہی تھیں ڈاکٹر راحت آپ کی۔" آنکھوں میں شوخ سی چمک ابھری۔

"آپ اس کی باتوں پر مت جائیے گا، یہ تو یونہی کرتی ہی ہے۔" چڑانے والے انداز میں راحت کو دیکھا۔ جو ضرغام کے تاثرات دیکھ رہی تھی جو اس کے حسبِ منشا تھے۔

"ڈاکٹر راضیہ میں نے فون بند کر دیا ہے۔ تاہم وہ بہت غصے میں تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ آپ کا موبائل نمبر لے کر رکھوں۔ کل اسی وقت فون کریں گی۔" سسٹر شہلا پھر آ گئی تھی۔

"او کے!"

"کس کا فون تھا؟" راحت نے پوچھا۔

"مما..... کا....." اس کا لہجہ دھیما ہو گیا۔

"چلیں اس موسم میں ایک کپ کافی کا ہو جائے۔"

"ایم سوری..... آپ لوگ جائیے ابھی کچھ دیر پہلے میں نے کافی پی ہے۔ یہ فائلیں چیک کرنا ہیں۔" اپنی نم پلکوں کو جھپکتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر ضرغام کو اپنے وجود میں اداسی کا احساس ہوا۔

"آیئے چلتے ہیں۔" راحت اس کا مسئلہ سمجھ گئی تھی۔ ضرغام اسے دیکھتا پلٹ گیا۔ راضیہ نے چیئر سنبھال کر فائل کھولی مگر اس کا دل نہیں لگ رہا تھا اب کام میں۔

☆☆☆

"لگتا ہے آپ کی کزن بڑی سنجیدہ اور بُردبار سی ہیں۔" کافی پیتے ہوئے ضرغام نے کہا۔

"ہاں....." راحت نے جاتی ہوئی راضیہ کو دیکھا۔

"کوئی وجہ!" ضرغام نے خصوصی انسیت سے پوچھا۔ راحت اس کی شکل دیکھنے لگی۔ سچائی بتائے یا ٹال دے۔ نہیں ابھی نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ راستہ بدل لے۔

"دراصل اس کی نیچر ہے ہی ایسی۔"

''اچھا۔'' کپ رکھتے ہوئے دھیرے سے ہنسا۔ ''ویسے انہیں ہر وقت ہنسنے کھیلنے والی شرارتی سی لڑکی ہونا چاہیے۔ اپنے ظاہر سے وہ ایسی ہی نظر آتی ہیں۔ نٹ کھٹ سی، منچلی، شرارتی۔'' راحت اس کی شکل دیکھتی رہ گئی۔

حقیقتاً وہ ایسی ہی تھی بہت سال پہلے تک مگر وقت اور حالات نے اسے سنجیدہ، سمجھدار اور بُردبار بنا دیا تھا۔

''لگتا ہے آپ کو چہرے پڑھنے میں کمال حاصل ہے۔''

''نہیں۔'' ضرغام نے کپ گھماتے ہوئے کہا۔ ''صرف وہ چہرے جو مجھے اچھے لگیں جن کو میں اپنے قریب دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ.....!'' راحت کے وجود میں خوشگوار سی ہلچل پھیل گئی۔ تو گویا موصوف دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

''مگر میری کزن اس ٹائپ کی نہیں ہے۔''

''اور میں بھی اس نیچر کا نہیں ہوں۔ آپ سے دوستی کا مطلب ہی یہ تھا کہ میں انہیں پرپوز کرنا چاہتا ہوں۔'' راحت ساکت رہ گئی۔ کتنے خلوص سے مانگی دعا پوری ہوگئی تھی۔

''وہ کہیں انگیج تو نہیں.....'' نگاہ اٹھا کر راحت کو دیکھا۔

''نہیں۔'' اس کا سر نفی میں ہل گیا۔

ان کی کوئی پسند یا خیال.....یا.....''

''یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟''

''ہر شخص کو اپنی پسند سے زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے اور میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔''

''اس کی منگنی ہوئی تھی بڑے ماموں کے گھر مگر بچپن میں۔ بڑے ہوئے تو اسود بھائی کو کوئی اور پسند آ گئی تو.....منگنی ٹوٹ گئی۔'' راحت بتا رہی تھی اور آج ہی وہ ضرغام کو اس کی زندگی کی تلخ حقیقت بھی بتا دینا چاہتی تھی کہ السلام علیکم کی آواز نے چونکا دیا۔ عامر آ گیا تھا۔ آج اس نے خصوصی طور پر اسے بلوایا تھا کہ وہ آئے اور ڈاکٹر ضرغام سے مل لے۔ آج کا دن بہت اچھا تھا۔

''عامر یہ ہیں ڈاکٹر ضرغام آفریدی.....اور یہ میرے منگیتر اور کزن۔'' راحت نے دونوں کا تعارف کروایا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔

''جلدی سے چائے کے ساتھ وائے منگواؤ بہت بھوک لگ رہی ہے۔ آفس میں آج لنچ بھی نہیں کیا۔'' شرارتی مسکان اور شریر انداز والا یہ نوجوان ضرغام کو بہت اچھا لگا۔

''کیا کیا منگواؤں!''

''اچھا اتنی سخاوت۔''

''پہلی دفعہ مہمان بنے ہیں نا۔''

''عزت مآب ڈاکٹر راضیہ عمر کہاں ہیں، تم اکیلی.....؟''

''سارے جہاں کا درد ان کے جگر میں ہے۔'' راحت ویٹر کو آرڈر دینے کے لیے اٹھ گئی۔ عامر ضرغام کی جانب متوجہ ہوا اور جب راحت دس منٹ بعد واپس آئی تو دونوں پکے پرانے دوستوں کی طرح منہمک ہو کر باتیں کر رہے تھے۔

''اسے کبھی بلوا لو کچھ کھا لے ورنہ مسیحائی کر کر کے آدھی بھی نہیں رہے گی۔'' چائے اور وائے کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے عامر نے کہا۔ ساتھ ضرغام کو بھی شریک کیا۔

''اچھا۔'' اس نے اندر جاتے وارڈ بوائے سے کہہ کر راضیہ کو بلوا لیا۔

''مہمانوں پر اتنی سخاوت میں پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں۔'' عامر کا انداز شرارتی سا تھا۔

''سخاوت میری بل تم پاس کرو گے۔''

''کیا.....!'' عامر کا منہ کھلا رہ گیا۔ ضرغام نے دلچسپی سے اس نوک جھوک کرتے جوڑے کو دیکھا۔

''ظاہر ہے تم مہمان تھوڑی ہو۔''

''پھر کیا ہوں۔'' بڑے ہی چاہت بھرے انداز میں آگے کو جھکا۔

''عا.....مر.....'' وہ بلش ہوگئی۔

''چلو میں بل دیتا ہوں۔'' ضرغام نے والٹ نکالا۔

''ارے..... ارے.....'' عامر نے سرزنش کی۔

''جس کی سزا ہے وہی بھگتے۔'' عامر باز نہیں آیا۔ راحت اسے گھور کر رہ گئی۔ تبھی راضیہ آ گئی۔

''عامر.....تم.....''

''صاحب جی!'' سرِ تسلیم خم کیا۔

''کیسے ہو۔''

''میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔ تم خیریت سے نہیں لگ رہی ہو، یہ چہرہ زرد اور.....پاؤں میں کیا ہوا؟'' ضرغام نے بھی توجہ سے دیکھا۔

''اوپر سیکنڈ فلور پر جا رہی تھی کہ وارڈ بوائے کے ہاتھوں سے سلنڈر چھوٹ گیا۔ بھاری سلنڈر پاؤں سے ٹکرا گیا، ڈونٹ وری اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''ارے تمہارا تو پاؤں سوج گیا ہے۔'' راحت نے جھک کر اس کے پاؤں کا معائنہ کیا۔

''پلیز، کہا نا میں ٹھیک ہوں۔'' راحت اور عامر کی توجہ اور ضرغام کی موجودگی وہ بخت خفت زدہ ہو رہی تھی۔

''کون تھا، کیا نام ہے اس وارڈ بوائے کا؟ اس کے ڈاکٹر.....'' راحت کو غصہ آ رہا تھا۔

''کیا ہو گیا۔ غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں، یہ بتاؤ کہ میری ٹریٹ کہاں ہے۔'' سرسری سے انداز میں بات ختم کر کے وہ عامر کی طرف متوجہ ہوئی۔ سیاہ گھنیری پلکیں ضرغام کے دل پر سایہ فگن ہو رہی تھیں۔

''ہاں.....ہاں.....کیوں نہیں۔ تم گھر آ جاتیں۔''

''پہلے ادھر تو دیں پھر گھر بھی آؤں گی۔''

عامر خوش دلی سے پوچھ رہا تھا ''کیا کھاؤ گی؟'' اور ضرغام آفریدی کو اس گیدرنگ میں بیٹھنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ خاص طور پر اس ہستی کے سامنے جس کے خواب آنکھوں نے دیکھنا شروع کیے تھے۔

☆☆☆

''راضیہ تم بہت بدتمیز ہوتی جا رہی ہو، جانتی ہو، میں تم سے فون پر بات کرنا چاہتی ہوں، تم اپنا موبائل بند رکھتی ہو۔ اسپتال میں تم ملتی نہیں ہو۔ گھر میں تمہارا پتا نہیں چلتا ہو یا نہیں۔ انکار کہلوا دیتی ہو۔'' ماما انتہائی غصے اور ترش لہجے میں اس سے باز پرس کر رہی تھیں۔

''میں ڈاکٹر ہوں اور مریضوں کے درمیان مصروف رہتی ہوں۔ یہی میری زندگی ہے۔ آپ کیوں روز روز فون کرتی ہیں۔''

''تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ میں تمہاری ماں ہوں۔''

''مجھے.....معلوم ہے.....'' تلخ سی لیکن حزن میں ڈوبی ہوئی۔

''تم نے بات کی اموجان سے جائداد کی؟''

''میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ جو چیز میری ہے، مجھے ضرورت ہے مل رہی ہے۔ مجھے مجبور مت کریں کہ میں.....''

''اچھا ٹھیک ہے میں خود بات کر لوں گی۔ میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں، لڑکا بہت اچھا ہے۔ واسق کے دوست کا بیٹا ہے اور انجینئر ہے۔ تمہیں تصویر بھیجوں گی۔ نیٹ پر اپنا ایڈریس بتاؤ۔'' ان کا لہجہ حکمیہ تھا۔ اسے آرڈر پاس کر رہی تھیں۔ راضیہ کے حواس گم ہو رہے تھے۔ یہ کون سی خبر اسے سنا رہی تھیں۔

''ایک سال کے اندر اندر تمہاری شادی کر کے تمہیں اپنے پاس بلوا لوں گی۔'' گویا انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا۔

''مگر میں کوئی آرڈر نہیں لوں گی۔ کوئی فیصلہ نہیں مانوں گی۔'' اس نے دھیرے سے فون رکھ دیا۔ انہوں نے ہمیشہ من مانی کی ہے۔ راضیہ ایسا کرو، راضیہ ویسا کرو۔ اموجان کو تم نے بالکل تنگ نہیں کرنا۔ گندے بچوں والے کام نہیں کرنا۔ اس حقیقت کو تم قبول کر لو، تمہارے پپا مر چکے ہیں۔ پڑھنا ہے، بہت پڑھنا ہے تم نے.....سنا.....تم نے۔ میری شادی ہوگئی ہے میں تمہیں نہیں لے جا سکتی۔ تم نے ادھر ہی رہنا ہے۔ کسی کو تنگ نہیں کرنا۔ یہ اس کی ماما کے حکم تھے۔ اس نے سب من و عن مانے، ضد نہیں کی، خودسری نہیں کی۔ جو کہا کر لیا جہاں بٹھایا بیٹھ گئی لیکن اب نہیں۔ اس کے اندر خودسری نے سر اٹھایا۔ وہ صرف اموجان کی بیٹی ہے، وہ اس کی سنگی ساتھی۔ راہنما، رہبر ماں باپ، دادی، اس کی اموجان سب کچھ ہیں۔ سوچتی، چلتی باہر آ گئی اور لان میں

اپنے مخصوص گوشے میں جا بیٹھی۔ وہ صرف ان کی بات سنے گی۔ دھیرے سے سر جھکا۔ وہ اپنے ہر حق سے دستبردار ہو چکی ہیں۔ اس پر ان کا کوئی حق نہیں۔ جنم دینے والی سے زیادہ پالنے والے کا حق ہوتا ہے۔ محبت' احساسات' جذبات' آغوش کی گرمی سب امو جان نے دی ہے۔ آپ اپنے گھر میں خوش رہیے ماما! آپ کو میری فکر میں غلطاں ہونے کی قطعی ضرورت نہیں۔ ٹشو سے آنکھوں کے گوشے صاف کیے۔

مجھے کہیں نہیں جانا۔ میرے دکھ اور سکھ کی ساتھی امو جان ہیں۔ صرف اور صرف امو جان۔ ضدی سی سوچ ابھری اور ساتھی ڈاکٹر کے ساتھ جاتے ڈاکٹر ضرغام نے چونک کر راضیہ کو دیکھا۔ جانے اس میں کون سی کشش تھی جو دل میں اِک تڑپ سی جگا دیتی تھی۔ ٹشو سے آنکھیں صاف کرتی وہ لڑکی اس کے دل میں گھر کرتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

''امو جان کی گود میں منہ چھپا کر وہ بھل بھل نیر بہا رہی تھی۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔ امو جان میں صرف آپ کی بیٹی ہوں۔ منع کر دیں انہیں، میں نے کہیں شادی نہیں کرنی۔''

اور دکھ کے اتھاہ سمندر میں ڈوبتی راضیہ کا دکھ وہ اپنے وجود میں محسوس کر سکتی تھیں۔ جو بچہ چار سال کی عمر میں ماں سے بچھڑ جائے' وہ اتنا ہی حساس ہو جاتا ہے۔ اپنے آنسو پونچھتی دھیرے دھیرے وہ اسے تھپک رہی تھیں۔ خود ان کے اندر بھی حوصلہ نہیں تھا کہ راضیہ ان سے دور ہو جائے مگر.....! ساری عمر بیٹی بنا کر نہیں رکھ سکتی تھیں اور کوئی بہو کا درجہ دینے پر تیار نہیں تھا۔ اچھا ہے اس کی شادی دور ہو، وہ راحیلہ سے کہیں گی کہ لڑکے کی تصویر بھیج دے..... مگر راضیہ..... گود میں سسکتی راضیہ کو دیکھا۔ دھیرے سے اسے سیدھا کیا۔

''میں کہہ رہی ہوں امو جان میں کسی کی بات نہیں سنوں گی۔ میں بدتمیز، خودسر اور ضدی بن جاؤں گی۔ کہہ دیں انہیں۔'' اتنی پڑھی لکھی' سمجھ دار ڈاکٹر راضیہ کو امو جان نے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

''چلو چپ کرو میں ہوں نا۔'' اور اس کے اندر ڈھیروں اطمینان سرایت کر گیا۔ شادی تو انہیں اس کی کرنا ہی تھی۔ اس کا چہرہ صاف کیا۔ اس کے لیے انہیں دل پر پتھر رکھنا ہوگا۔

☆☆☆

''امو جان راضیہ کے لیے بات کی آپ نے اس کے خیال میں؟'' اس روز سردیوں کی دھوپ میں بیٹھے باتیں کرتے کرتے اچانک ہی ان کی بھلی بہو طاہرہ نے پوچھا۔

''میں نہیں چاہتی کہ اس کی شادی خیال میں ہو۔ اس لیے میں نے بات ہی نہیں کی۔'' وہ چونکی سی ہو گئیں۔

''میں نے عدیل اور جہاں زیب سے بات کی تھی مگر دونوں ہی کسی کو پسند کر چکے ہیں۔'' انہوں نے سرسری سے انداز میں فروٹ کھاتے ہوئے کہا۔ امو جان اس کی شکل دیکھتی رہ گئیں۔

''حالانکہ راضیہ بہت پیاری بچی ہے۔ مجھے پسند بھی بہت ہے مگر.....'' انہوں نے امو جان کا دل رکھا مگر انہیں کسی کے دل رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بڑی نے رشتہ نہیں کیا تھا تو راضیہ کو مجھلی کیسے بہو بنا لیتی۔ اس کی بدقسمتی نے کہاں تک اس کا پیچھا کرنا تھا۔ ناکردہ گناہوں کی سزا کب تک بھگتنا تھی۔ ''آپ اس کے خیال میں بات تو کریں اس کے بڑے ماموں نے منگنی توڑی تھی تو کیا ہوا ابھی چھوٹے ماموں' خالہ کے لڑکے تو ہیں نا۔''

''بی بی! پرائی اولاد پرائی ہی ہوتی ہے، کسی نے اسے اپنا سمجھا ہی نہیں۔ حقیقت سب کے سامنے ہے۔ وہ گناہ گار نہیں ہے۔ منگنی توڑی تو اس میں بھی اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں اور ہم قسمت پر شاکر رہنے والے لوگ ہیں۔'' کہتے ہوئے وہ کھڑی ہو گئیں اور چادر سنبھال کر اندر کی جانب بڑھ گئیں ''اس کی قسمت میں جو ہوگا مل جائے گا۔''

''اونہہ.....!'' طاہرہ کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی۔ ممکنہ خطرے کے پیشِ نظر انہوں نے پہلے ہی بند باندھ لیا ''میرے ہی بیٹے رہ گئے ہیں گناہوں کی پوٹ کو سنبھالنے کے لیے، نوسو چوہے کھا کر بلی حج کو

چلی۔''

☆☆☆

ان کی ساری کوششیں ناکام ہو رہی تھیں۔ کہیں سے بھی تو حسبِ منشا جواب نہیں مل رہا تھا۔ آج..... آج تو ان کی بیٹی نے بھی جواب دے دیا تھا کہ راضیہ انہیں بھتیجی کی طرح عزیز ضرور ہے مگر وہ اسے بہو بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتیں۔ جانے کب بدنامی کی ہوا اُن کے گھر کا رخ دیکھ لے۔

''آمنہ..... اس بات کو برسوں گزر گئے ہیں اور وہ سب تو جھوٹ تھا، تہمت تھی۔ کب اس میں سچائی کی آمیزش تھی۔''

''امو جان رائی برابر سچ تو ضرور ہوگا جو پہاڑ بنا۔ بہرحال میری طرف سے انکار ہے اور اشعر اور جواد تو کبھی مانیں گے بھی نہیں۔''

آمنہ کا انداز' آمنہ کا لہجہ انہیں بہت دکھی کر گیا تھا۔ شاید دکھ ابھی اس کی قسمت میں تھے۔ اس کی فکر نے انہیں بہت کمزور کر دیا تھا۔ اب انہیں راحیلہ کے فون کا انتظار تھا۔ ضروری نہیں ہے کہ دل کی ہر خواہش پوری ہو۔ وہ اسے دور بیاہ دیں گی نظر سے دور ہو گئی تو کیا خوش اور مطمئن تو ہوگی۔ وہ بار بار اپنے دل کو سمجھا رہی تھیں اور راحیلہ کا فون نہیں آ رہا تھا۔

☆☆☆

''راضیہ، اچھے ہیں نا ڈاکٹر ضرغام؟'' کام کرتے کرتے راحت نے رخ پھیر کر پوچھا۔

''ہاں، اچھے ہوں گے میرا واسطہ نہیں پڑتا اور تم جانتی ہو کہ میں اپنے کام سے کام رکھتی ہوں۔''

''ارد گرد بھی نگاہ رکھا کرو' معلومات اچھی ہوتی ہیں۔'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔ ''مجھے وہ اتنے اچھے لگتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ انہیں میں بہنوئی بنا لوں۔''

''کیا.....!'' راضیہ نے تعجب سے دیکھا۔ ''دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔ مدحت کی اور ان کی عمر کا فرق دیکھو۔ مدحت ابھی فرسٹ ائیر میں ہے۔'' اب کے راحت نے اسے تعجب سے دیکھا۔

''راضیہ تم بھی تو میری بہن ہو نا۔'' اس کا انداز ذو معنی ہوا۔

''کیا!'' وہ اچھل ہی تو پڑی ''دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔ یہ تم کیا بکواس کرتی رہتی ہو۔ میرا ایسا ارادہ کبھی بھی نہیں ہوگا اور نہ ہی میں نے شادی کرنی ہے۔ وجہ تم جانتی ہو۔ مجھے..... میری انسلٹ مت کروانا۔'' راضیہ کو تو گویا پتنگے لگ گئے تھے۔

''تم جانتی ہو امو جان تمہاری وجہ سے کتنا پریشان ہیں۔ اپنے خاندان والوں کے رویے تم دیکھ چکی ہو پھر..... پھر.....''

''بس راحت! میں اپنی زندگی کے اس باب کو ختم کر چکی ہوں۔ تم اسے دوبارہ شروع مت کرو۔''

''میں نے ڈاکٹر ضرغام کے اسپتال میں دو گھنٹے دینے کا فیصلہ کیا ہے، انہیں میرا یہ فیصلہ بہت پسند آیا ہے۔ میں تو کہتی ہوں ہر ڈاکٹر کو فی سبیل اللہ یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔'' راحت نے اس کی بات کو درخور اعتنا جانتے ہوئے اپنی بات کی۔

''پوچھ رہے تھے وہ کیا آپ کی کزن بھی آئیں گی۔'' راحت شرارت سے ہنسی۔ راضیہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی مگر راحت پر مطلق اثر نہ تھا۔

''میں نے کہا فی الحال تو نہیں مستقبل قریب میں شاید ایسا ارادہ ہو جائے۔''

''اِم پاسیبل! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔''

''انسان کو اتنے بڑے بول نہیں بولنا چاہئیں۔ قادرِ مطلق اسی کی ذات ہے اور ہم اس کے تابع، اس کے فرماں بردار بندے ہیں۔ مجھے مشیتِ ایزدی پر مکمل یقین ہے۔''

''راحت!'' دم بخود سے انداز میں اسے پکارا۔ ''مجھے اس مقام تک مت پہنچا دینا کہ میں کوئی اور جذباتی فیصلہ کر لوں۔ میں جہاں جس جگہ پر ہوں مطمئن اور خوش ہوں۔ پلیز' میری پُرسکون زندگی میں کسی انتشار کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کا انداز حتمی اور لہجہ سنجیدہ تھا۔ راحت اسے دیکھے گئی۔

''کچھ پودے ایسے ہوتے ہیں جن پر بور آتا ہے

اور نہ پھول لگتے ہیں۔ وہ ساری عمر ہرے ہی رہتے ہیں اور اپنی جگہ پر کھڑے دوسرے لہلہاتے پودوں کو دیکھتے اور خوش ہوتے ہیں اور مطمئن رہتے ہیں۔''

''تم تو پاگل ہو۔ جانے کس نے تمہیں ڈاکٹر کی ڈگری دے دی۔ تم تو کمپاؤنڈری کرنے کے قابل بھی نہیں ہو۔ اچھی بھلی، بھلی مانس انسان ہو، خود کو پودوں سے ملا رہی ہو۔'' بے اختیار کھلکھلا کر ہنستے ہوئے راحت کھڑی ہوگئی۔

''تمہیں ایک اچھے، بہتر اور مستند معالج کی ضرورت ہے۔'' بیگ تھام کر اسے دیکھا۔

''رجوع کرتی ہوں کسی ڈاکٹر کی طرف۔'' مسکرا کر شرارتی انداز میں ہاتھ بڑھا کر راضیہ کے رخسار کو چھوا اور آگے بڑھ گئی۔ اس کی کتھا کو سنا ہی نہیں تھا سارے سے۔

''اور سنو.....'' راحت آگے جا کر پلٹی ''اس راہ پر عامر میرا ہم قدم ہے۔ بائے!'' راضیہ اسے جاتے دیکھتی رہی۔ اس کی پلکیں بے اختیار بھیگنے لگی تھیں۔

☆☆☆

''امو جان، میں آگے پڑھنے کے لیے باہر جانا چاہتی ہوں۔ کینیڈا' لندن' امریکا' جرمنی کہیں بھی۔ کہاں اپلائی کروں؟'' اخبار دیکھتے ہوئے سرسری سے انداز میں امو جان سے کہا۔ کافی دیر سے وہ انہیں نوٹ کر رہی تھی۔ خاموش چپ چپ سی تھیں۔ وگرنہ اس کی موجودگی میں کوئی نہ کوئی قصہ یا داستان چھیڑے رکھتی تھیں یا پھر اس کی اتنی مصروفیات پر سرزنش کرتی رہتی تھیں مگر..... دزدیدہ نگاہ ان پر ڈالی۔ شاید انہوں نے اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔

''امو جان!'' ڈان اخبار رکھ کر انہیں پکارا۔

''ہوں۔'' وہ غائب دماغی سے بولیں ''کیا.....''

اس کی جانب دیکھا۔

''میں نے کیا کہا ہے۔''

''کیا کہا ہے؟'' وہ شاید حاضر نہیں تھیں۔

''امو جان۔'' اٹھ کر ان کے پاس تخت پر آ بیٹھی۔ ''کیا ہوا، طبیعت تو ٹھیک ہے نا، آپ کی۔ کیا ہوا، کوئی مسئلہ ہے۔ کہاں جانا ہے۔'' دھیرے سے ان کے گرم ہاتھ تھام لیے۔

امو جان اس کی شکل دیکھنے لگیں۔ کتنی پیاری ہے ان کی راضیہ! نازک' گوری' شرمیلی' قابل مگر نصیب.....

انہوں نے ٹھنڈا سانس بھرا۔

''بتائیں نا کیا ہوا؟'' چہرہ چھوا۔

''تم کیا کہہ رہی تھیں؟''

''ماما کا فون آیا تھا؟'' اس کی چھٹی حس خبردار کرنے لگی۔ انہوں نے نگاہ چرالی۔

''بتائیں نا انہوں نے کیا کہا ہے؟'' دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے تھاما۔

''وہ..... تیری شادی کرنا چاہتی ہے۔ کسی لڑکے کی تصویر بھیج رہی ہے۔''

''اور..... اور کیا کہا؟'' بغور اُن کا چہرہ دیکھا۔

''شادی تو تمہاری کرنا ہی ہے نا۔ اچھا ہے اچھی جگہ پر ہو جائے۔'' پاندان کھول کر اس میں جھانکنے لگیں۔ نگاہ چرایا ہوا انداز راضیہ کو بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔

''اور کیا کہہ رہی تھیں؟''

''میں بے انصاف نہیں ہوں۔ تمہارا حق تمہیں ضرور ملے گا۔'' اسے دیکھا۔

''امو جان!'' اسے شدید غصہ آ گیا ''آپ نے انہیں منع کیوں نہیں کیا۔ کیوں وہ میری پُرسکون زندگی میں ہلچل مچا رہی ہیں۔''

''بیٹی ہو تم ان کی۔''

''ہا..... بیٹی ہوں۔ نہیں ہوں میں بیٹی کسی کی صرف آپ کی ہوں۔ میں آپ کا حکم مانوں گی۔ میں نے کسی کے کہے میں نہیں چلنا، کسی کو اختیار نہیں ہے کہ میری زندگی کے بارے میں فیصلہ کرے۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔ مجھے شادی نہیں کرنا۔ مجھے آپ کے پاس رہنا ہے..... اور..... میرے حق سے انہیں کیا' ملے نہ ملے۔''

''راضیہ ہم حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے۔''

''مگر میں کر سکتی ہوں۔ مجھے صرف آپ عزیز ہیں' انہیں کہیے کہ اپنا گھر آرام سے بسالیں وگرنہ...'' باہر بغور اس کی غصہ بھری بلند آواز سنتی اس کی دونوں تائیاں کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھیں۔

(حدیث نبوی ﷺ) سیاہ دانہ (کلونجی)
ہیں موت کے سوا ہر بیماری کیلئے شفاء ہے

عامر کلونجی آئل

100% خالص

جسمانی اور روحانی صحت کے لئے
عامر کلونجی آئل ہر گھر کے لئے

اس کا باقاعدہ استعمال نہ صرف آپ کو بیماریوں سے شفاء بخشتا ہے بلکہ آپ کو تندرست توانا اور چاق و چوبند رکھتا ہے۔
اپنی صحت کی نگہداشت کیلئے روزانہ عامر کلونجی آئل استعمال کیجئے۔
بلند فشار خون کے مریض اپنے معالج کے مشورے سے استعمال کریں۔

QUALITY IS OUR STANDARD NOT AGOAL

عامر زرد مغز بادام شیریں

قدرتی طور پر جسم کی طاقت بحال کرنے کے لئے
بے خوابی کے لئے، آنکھوں کی کمزوری
کے لئے مفید ہے
مقوی بدن ہے۔

100% خالص

عامر زیتون مساج آئل

گرمیوں میں ٹھنڈک لائے
نیند لائے تھکن بھی بھگائے

عامر السی آئل

(FLAX / LINSEED OIL)
OMEGA 3
قدرتی طور پر
سے بھرپور

100% خالص

Bindar's RED OIL

قدرتی اجزاء سے شفاء

جوڑوں کے درد
اور کمر درد کے لئے اکسیر ہے۔

AMIR INTERNATIONAL P.O. Box No. 16507 Karachi-75660 Pakistan
Ph: (92-21) 2730896 Fax: (92-21) 2728867 E-mail: amirs@cyber.net.pk

راولپنڈی، سندھ، بلوچستان 0300-4208441 پنجاب، سرحد: 0300-2172420

THE LASER DOT

"اتنی تیز لڑکی، اتنی لمبی زبان، توبہ..... توبہ! شکر ہے میں نے انکار کر دیا۔"

"مجھے آپ کے سپرد کر کے گئی تھیں، اب انہیں زیادہ ذمے دار بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لیے ہر ذمے داری آپ کی ہوگی۔ بس میں نے کہہ دیا ہے کہ....." اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ دوسرے لمحے وہ امو جان کے زانو پر سر رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ انہوں نے دھیرے سے اس کے سر کو تھپکا۔ خود ان کے آنسو بھی نکل پڑے۔

☆☆☆

"میں اور عامر آج ڈاکٹر ضرغام کے گھر جا رہے ہیں، چلو تم۔" راضیہ راحت کی جانب غائب دماغی سے دیکھنے لگی۔

"ان کی مما آئی ہوئی ہیں۔ تم بھی مل لینا۔" اسے ایک دم غصہ آ گیا۔

"بلایا تمہیں ہے میں کس کھاتے میں ملوں۔"

"اچھے لوگوں سے ضرور ملنا چاہیے۔"

"میرے اردگرد بہت سے اچھے لوگ ہیں۔ روز ہی ملتی ہوں۔"

"میرا مطلب ہے خاص اچھے لوگ۔"

"پہیلیاں مت بجھوایا کرو اور..... اور اپنی تمام کوشش ترک کر دو۔ میرا ایسا ویسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" منہ پھیر لیا۔

"کیا.....! کیسا ویسا ارادہ۔" دھم سے اس کے قریب بیٹھی "اور کیسی کوشش ترک کر دوں۔" اپنی ہنسی کو چھپایا۔

"راحت!" راضیہ زچ ہو گئی۔

"ہاں جانِ راحت!" پیار سے چمکارا۔ اس نے غصے سے ہاتھ جھٹک دیا۔

"میں اسکالرشپ لے رہی ہوں۔ پڑھنے کے لیے باہر جا رہی ہوں۔" موضوع ہی بدل دیا۔

"کس ملک کے لیے اپلائی کر رہی ہو؟"

"یہ نتائج پر منحصر ہے۔"

"ہوں!" اس کا لہجہ سوچتا ہوا تھا۔ "اکیلی جاؤ گی؟"

"ہاں تو کیا پورے ملک کو ساتھ لے جاؤں۔"

"نہیں، ایک فرد کو....." پھر شرارت سے ہنسی۔

"ہاں ارادہ ہے کہ امو جان کو لے جاؤں..... مگر....."

"اور..... اگر کوئی خود ساتھ چلے تو....." راضیہ چپ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

"ویسے میں نے ڈاکٹر ضرغام کی ممی کو تمہارے بارے میں بتایا ہے فون پر۔ وہ بھی تم سے ملنا چاہ رہی تھیں، تم چل رہی ہو نا۔" راحت پھر لائن پر آئی۔

"میں تمہیں ہاتھ مار دوں گی!"

"اے..... اے..... بے ادب..... اب میرے جملہ حقوق "کسی" کے نام محفوظ ہیں۔ خبردار اگر مجھے انگلی بھی بیچ کی تو....." اس کے انداز پر راضیہ بے اختیار ہنس دی۔

"کسی کا ساتھ زندگی کو کتنا مضبوط، معتبر کر دیتا ہے، تحفظ کا احساس بہت سکون دیتا ہے اور پاکستانی معاشرے میں تو خاص طور پر..... اور میرے خیال میں ڈاکٹر ضرغام جیسی شخصیت تمہارے لیے بہتر ہے راضیہ۔ شادی انسان کے لیے بہت ضروری ہے۔" اس کی ہنسی نے راحت کو سنجیدہ کر دیا۔

"تمہیں خود کو راضی کرنا ہوگا۔ اپنے لیے، امو جان کے لیے اور اس ممکنہ خطرے کے لیے جو تمہارے سر پر منڈلا رہا ہے تمہاری ماما کی شکل میں جبکہ تمہیں ان کا کوئی فیصلہ منظور نہیں ہے تو پھر تمہیں یہ فیصلہ قبول کرنا پڑے گا۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے راحت نے بات مکمل کر کے اس کی جانب دیکھا، جو اِک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"حادثے زندگی میں ہوتے رہتے ہیں مگر ہم ان پر منحصر ہو کر نہیں بیٹھ سکتے راضیہ..... اور اگر یہ حادثہ میرے ساتھ ہوتا۔"

"اللہ نہ کرے!" اس کا دل دہلا۔

"اللہ کیوں نہ کرے۔ اللہ سب کے ساتھ کر سکتا ہے۔ یہ تکالیف، یہ پریشانیاں تو سبق ہوتے ہیں تاکہ

انسان ان سے سیکھے اور عبرت حاصل کرے۔" لمحہ بھر کو ٹھہری تاکہ دکھ کو اپنے گرد فصیل بنا لے۔ راضیہ نے سر جھکا لیا۔

"زندگی اتنی ارزاں نہیں اور یہ ہمیں ایک بار ہی ملتی ہے۔ دکھ، سکھ، خوشیوں پر سب کا حق ہوتا ہے۔" راضیہ چپ بیٹھی رہی اور اس کے یخ تاثرات کو راحت دل پر محسوس کر رہی تھی۔

"خاندان کے حالات تمہارے سامنے ہیں راضیہ اور امو جان تمہیں خاندان میں بیاہنا چاہتی ہیں مگر..... اسی خاندان کے تمام بڑے بہت اچھے ہیں، تمہیں پسند کرتے ہیں۔ تمہارا کردار، تمہارا اخلاق، تمہارے رویے سب قابلِ ستائش ہیں مگر....." راحت رک گئی اور اس مگر پر راضیہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ اب اس کے چہرے پر ظریہ اور یخ ہنسی تھی۔

"مگر کے آگے بھی تو کہو راحت..... یہ "مگر" میری ذات میں دکھ بن کر ہلکورے لیتا رہتا ہے۔ مجھے کچھ بھولنے نہیں دیتا۔ اذیت کا جانے کیسا باب میرے اندر رقم ہوا ہے کہ کسی سیاہی سے نہیں مٹتا۔ اس "مگر" نے میری زندگی کو گہن لگا دیا ہے پھر بھی..... پھر بھی تم کہتی ہو کہ....." وہ ایک دم ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ راحت نے ترحم اور محبت آمیز انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"میں بے قصور ہوتے ہوئے بھی بے قصور نہیں تو میں نے....."

"اس "مگر" کے آگے میری بھی تو سن لو۔" راحت کو غصہ آ گیا۔ اس کا سر اٹھایا۔

"اس خاندان کے تمام لڑکے اچھے ہیں، ان کی نظر میں تم بے قصور ہو..... مگر....." پھر رک کر اس کی روئی روئی صورت کو دیکھا۔

"اس گھر کے بڑے دقیانوسی لوگ ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ تمہیں کوئی نام دیں اور یہ اچھی بات ہے کہ تم اس خاندان کی بہو مت بنو۔ جو تمہیں عزت نہ دیں اور ماضی کے حوالے سے دیکھیں، جن کے دل صاف نہ ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی تمہیں آئندہ زندگی کے حوالے سے دکھی نہیں دیکھ سکتا۔ تمہیں اس چیز کا احساس نہیں ہے کہ تم ہم سب کو کتنی عزیز ہو۔" پیار سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"میں تمہیں اپنی بھابی بنانا چاہتی ہوں اور عامر اپنی بھاوج مگر مسئلہ وہی ہے بڑے!" راضیہ نے سر جھکا لیا۔

"سوچنا اور غور کرنا اور پھر فیصلہ کرنا۔ امو جان یا تمہاری ماما۔ ایک کے فیصلے کا انتخاب۔"

"آؤ چلتے ہیں، میرا خیال ہے کہ آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔" لان میں چاروں اطراف دیکھتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

"تم امو جان کے پاس جاؤ میں آتی ہوں۔"

"او کے!" راحت اندر کی جانب بڑھ گئی۔ راضیہ اسے جاتے دیکھتی رہی۔ اس کی کزن، دوست، راہنما۔ اس کے راحت کا سامان کرنے والی ڈاکٹر راحت۔ اس نے گہرا سانس لیا۔

کیا ماضی کے داغوں کے ساتھ وہ خوش رہ سکتی ہے اور کیا کوئی ماضی سمیت اسے قبول کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی مرد اتنا وسیع القلب ہو سکتا ہے، قطعی نہیں۔ ڈاکٹر ضرغام بھی نہیں۔

اس کی زندگی کی تلخ سچائی۔ جو کوئی بھولتا نہیں تو کیا وہ مرد بھول سکتا ہے جو اس کی زندگی کا ساتھی ہو۔ مرد تو عورت کی ذرا سی خطا معاف نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ..... اس کے اندر تلخی حلول کرنے لگی۔ تم جو چاہے کر کے دیکھ لو۔ چہرہ صاف کر کے کھڑی ہو گئی۔ پھر ڈاکٹر ضرغام جب سچائی سنیں گے تو تمہیں میرا فیصلہ ٹھیک لگے گا راحت! اندر کی جانب قدم بڑھا لیے۔

☆☆☆

"میں فون بند کر رہی ہوں۔ پلیز آئندہ مجھے فون مت کریے گا۔"

"میں پاکستان آ رہی ہوں۔ سب فیصلے اُدھر ہی ہوں گے۔" تیزی سے ائیر پیس میں آواز ابھری۔ راضیہ نے ریسیور رکھ دیا۔

"آ جائیں، آپ کا ملک ہے مگر میں اتنی کمزور نہیں ہوں۔" بے حد تنفر سے سوچا۔

"کیا کہہ رہی تھی راحیلہ؟" امو جان نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"پاکستان آرہی ہیں۔" انہیں دیکھا جن کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ "آنے دیں انہیں امو جان۔ وہ کچھ نہیں کرسکتیں جب تک میں نہ چاہوں۔" تسلی آمیز انداز میں ہاتھ تھام لیے۔

"مگر....."

"مجھے ان کا سامنا نہیں کرنا میں ہاسٹل میں رہ لوں گی۔"

"کب تک بیٹا.....!" ان کا لہجہ دھیما تھا "یہ راہِ فرار کب تک..... اپنی زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ....."

"امو جان! آپ جانتی تو ہیں کہ....." اس کی نظریں جھک گئیں۔

"کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے آخر۔ ڈاکٹر ضرغام..... راحت کہہ رہی تھی کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔" اس کا چہرہ سپید ہوگیا۔ نگاہ اٹھائی۔

"اس بارے میں مجھے کوئی معلومات نہیں اور نہ میں جاننی ہوں۔ راحت کی یہ کوشش بھی دیکھ لیں پھر..... پھر آپ کو پتا چل جائے گا۔" رک کر انہیں دیکھا۔

"پھر آپ آئندہ کے لیے صرف میری بات مانیے گا امو جان۔" اس نے بے حد آزردہ انداز اور نم لہجے میں کہا تو امو جان بھی آبدیدہ ہوگئیں۔

ان کے بس میں ہوتا اس کے سر پر ستاروں کا آسمان کرتیں۔ اس کا دامن پھولوں سے بھر دیتیں، گرم ہوا سے بچاتیں۔ ان کے پیارے بیٹے عمر کی نشانی۔ جس کا انتقال شادی کے دوسرے سال ہی روڈ ایکسیڈنٹ میں ہوا تھا جب راضیہ ایک سال کی تھی۔ جاتی ہوئی راضیہ کو تھکے تھکے انداز میں دیکھا۔

راحیلہ کب تک بیوگی کا دکھ برداشت کرتی۔ پانچ سال بعد اس کی ماں نے اس کی شادی کردی تو امو جان نے راضیہ کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ راضیہ کی نانی خود بیمار رہتی تھیں۔ اسے پڑھایا' لکھایا' قابل ڈاکٹر وہ اپنی قابلیت کی وجہ سے بنی تھی۔ گاہے بگاہے رابطے کرلیتی تھیں مگر وہ انسیت و محبت پیدا نہ ہوسکی جو ماں اور بیٹی میں خاصہ ہوتی ہے پھر وہ ملک سے باہر چلی گئیں۔ بسے ہوئے۔ ان کی مصروفیات بڑھیں، غرض اس کی ذات سے بالکل بے خبر ہوتی چلی گئیں۔ سال دو سال میں ایک آدھ فون بچے کے دل کی تشفی نہیں کرسکتا۔

☆☆☆

او پی ڈی کے بعد وہ مریضوں کی فائلیں دیکھ کر فارغ ہوئی تھی تو بے انتہا تھکن کا احساس ہوا۔ جھکے جھکے کندھوں میں کھچاؤ محسوس ہوا تو ریلیکس سے انداز میں چیئر پر بیٹھ کر سر اٹھایا اور آنکھیں موند لیں۔ اس وقت شدت سے چائے کافی کی طلب ہو رہی تھی۔ راحت کی آج آف ڈے تھا، وہ آج کل شادی کی شاپنگ میں مصروف تھی۔

ڈاکٹر راضیہ کی آواز پر بے اختیار آنکھیں کھول دیں اور پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ دروازے میں ڈاکٹر ضرغام کھڑے تھے۔

"سر آپ!"

"اگر آپ تھک گئی ہیں تو ایک کپ کافی پینے چلیں۔"

"جی.....!" وہ حیران ہوئی "ان کا ایسا کون سا تعلق تھا کہ....."

"آج راحت نہیں آئیں نا تو سوچا میں یہ اخلاقی فرض ادا کرلوں۔" اس نے گھبرا کر سانس لیا۔

"تھینک یو! دراصل ابھی مجھے کچھ کام کرنا ہے۔" وہ اپنی زندگی میں بہت محتاط ہوگئی تھی۔

"لگتا ہے آپ مجھے....."

"نہیں سر، ایسی کوئی بات نہیں۔ میں مصروف ہوں اور میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتی۔ ویسے بھی مجھے ابھی کافی کی طلب نہیں ہے۔"

"ڈاکٹر راضیہ دوسروں کے لیے کام کرنا بہت اچھا امر ہے مگر اس زندگی پر ہمارا بھی حق ہے۔ ہمیں اپنے بارے میں سوچنے کا پورا حق ہے۔" راضیہ نے تعجب سے دیکھا۔

"اپنی صحت' اپنی تھکن کا خیال ہمیں خود ہی رکھنا

ہے۔ اس بارے میں ضرور خیال رکھا کریں۔ راحت بتا رہی تھی کہ آپ بہت غفلت برتتی ہیں اپنے بارے میں۔ آپ کو ایک معالج کی ضرورت ہے۔ ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ راضیہ سنجیدہ ہوگئی۔

"سر، آپ اس کی باتوں پر دھیان مت دیا کریں۔ اس کا بس چلے تو وہ مجھے گھر بٹھا دے۔"

"ہوں!" لمحے بھر کو بغور اسے دیکھا "او کے میں چلتا ہوں۔" وہ الٹے قدموں چلے گئے۔

"سیدھی سادی پاکیزہ نگاہ' نہ جانے پر بند۔ احتیاط پسندی۔ راضیہ انہیں جاتے دیکھتی رہی اور پھر گہرا سانس لے کر فون اپنی جانب کھینچا اور راحت کا نمبر ملانے لگی۔

"ہیلو! میں راحت' عامر کیسے ہو تم!" چنچل سی آواز تھی۔

"دماغ درست رکھا کرو! تمہیں عامر کے علاوہ بھی کوئی فون کرسکتا ہے۔"

"اوہ..... تم..... راضیہ..... خیریت..... کیسے فون کیا؟"

"یہ تم ڈاکٹر ضرغام سے کیا باتیں کرتی رہتی ہو میرے بارے میں۔"

"کیوں، انہوں نے تمہیں کیا پرپوز....."

"بکواس بند کرو۔ آئندہ احتیاط کرنا۔"

"مائنڈ اٹ پلیز۔ آئندہ گفتگو میں احتیاط کرنا، میں کسی کی مسز بننے جا رہی ہوں۔" راضیہ کو ہنسی آگئی۔

"تمہیں معلوم ہے جو سلسلہ چل رہا ہے اس میں ایسی باتیں تو ہوتی ہیں اور میں جو تہیہ کرلوں وہ کر کے رہتی ہوں۔"

"راحت..... پلیز!"

"میں رشتہ کرانے والی ہوں۔ مائنڈ تیار رکھنا۔ اوکے اللہ حافظ!" فون بند ہوگیا اور راضیہ سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گئی۔

☆☆☆

"لڑکے کا نام فرخ شاہ ہے، اپنا بزنس کرتا ہے۔ یہ لڑکے کی تصویر ہے امو جان! خاندانی لوگ ہیں۔ آپ کو پسند آئے گا۔ اب میں یہ کام کر کے ہی جانا چاہتی ہوں۔" تیزی سے اندر آتی راضیہ کے قدم رک گئے۔

"میرے حوالے سے وہ لوگ تو بغیر راضیہ کو دیکھے شادی کے لیے تیار ہیں۔ اس ماہ وہ لوگ بھی پہنچ جائیں گے۔ راضیہ کو سمجھائیں آپ..... اب آپ عمر کے "حصے" کی بھی بات کرلیں تاکہ....."

"ماما.....!" راضیہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ وہ ابھی ابھی ہاسپٹل سے آئی تھی۔ اسے یہ تو پتا چل گیا تھا کہ ماما پاکستان آچکی ہیں لیکن اس بات کا احساس نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی گھر آجائیں گی اور پھر فضول باتیں کریں گی۔

"ارے راضیہ تم..... آؤ، کتنی پیاری ہے بیٹی میری۔" مامتا کے فطری جذبے سے لبریز راحیلہ بے اختیار اٹھ کر آگے بڑھیں اور اسے سینے سے لگالیا۔ ناگواری کے شدید اظہار کو بہ مشکل کنٹرول کیا اور گلے مل کر پیچھے ہٹی۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ! میری زندگی کا ہر فیصلہ صرف امو جان کریں گی۔"

"بیٹا اسی لیے تو میں امو جان کے پاس آئی ہوں۔"

"نہیں' آپ اپنی غرض سے آئی ہیں۔ آپ مجھے بلینک چیک سمجھ کر اپنی مرضی سے کیش کرانا چاہتی ہیں تو یہ آپ کی بھول ہے۔ رشتے کا انتخاب کرنا، فیصلہ کرنا، دیکھنا ماما کا حق ہے۔ اگر آپ ایسی کسی وجہ سے آئی ہیں تو پلیز....."

اس کا لہجہ تلخ تھا۔ حصے کی بات نے اسے مشتعل کردیا تھا اور ابھی حصہ باقی تھا کیا۔ اس کی پرورش، تعلیمی اخراجات' میڈیکل کی اضافی تعلیم کا بوجھ' مہنگائی' ابھی کسی حصے کی ضرورت تھی کیا۔ اس کی خود غرض ماں نہیں سمجھ سکتی تھی۔

"امو جان اسے کیا ہوا ہے۔ یہ کتنی بدتمیز ہوگئی ہے۔"

"اس بدتمیزی کے لیے مجھے آپ نے مجبور کیا ہے اور میں اور بھی زیادہ بدتمیزی کروں گی۔ ان لوگوں کے سامنے بھی جنہیں آپ بلوا رہی ہیں۔"

''راضیہ!''

تبھی' تائی امی اندر آ گئیں۔ ان کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ ان کے پیچھے چھوٹی تائی۔ یہ مسکراہٹ ان کے تن بدن میں آگ لگا دیتی تھی اس لیے سامنا کم ہی کرتی تھیں۔

''رشتہ اچھا ہو تو لڑکیاں نہیں بولا کرتیں۔ یہ ماں ہیں تمہاری راضیہ۔ اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتا دو۔'' طنزیہ انداز۔ امو جان خاموش ناظر۔ ہکا بکا تھیں۔ بہوؤں کے اطوار سمجھ رہی تھیں۔

''اور راحیلہ تم نے حصے کی بات بہت اچھی کہی، یہ بات بھی ہو ہی جائے تو ٹھیک ہے۔ بچے بڑے ہو رہے ہیں، گزارہ نہیں ہوتا، تو.....'' بڑے انداز سے کہتے ہوئے دونوں بہوئیں ساس کے پہلو میں جا بیٹھی تھیں۔

''اور کیا بھابی، میں اس کا غلط چاہوں گی کیا۔ دو ماہ یوں گزر جاتے ہیں، مجھے واپس بھی جانا ہے۔ دیکھیں کتنا خوب رُو لڑکا ہے۔'' راحیلہ دونوں کے انداز سمجھی نہیں تھیں۔ لڑکے کی تصویر ان کی طرف بڑھا دی۔

''انجینئر ہے اپنا کاروبار کرتا ہے۔''

''ماشاء اللہ! بہت اچھا، بہت پیارا ہے۔'' راضیہ پاؤں پٹخ کر باہر نکل گئی۔

''ایک بات سن لو، کوئی بٹوارا نہیں ہوگا۔ صلح صفائی' امن سے تم لوگ رہتے ہو۔'' امو جان کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

''ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں، یہ راحیلہ جلدی میں ہیں، ان کی مجبوری بھی ہے۔ دوسرے شوہر کی کمائی سے پہلی بیٹی کی شادی تو نہیں ہو سکتی نا۔'' امو جان کی دوسری بہو طاہرہ بھی طرح دار تھیں۔ امو جان سلگ گئیں۔ راحیلہ کو طاہرہ بھابی کا یہ انداز اچھا نہیں لگا تاہم کچھ کہہ نہ سکیں۔ امو جان کے تاثرات سپاٹ تھے۔ انہیں کسی کا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔ راضیہ کے لیے ان کے خیالات بدل گئے تھے۔

☆☆☆

''میرا خیال ہے تم پر ڈویل لڑا جائے گا یا پھر سویمبر ہوگا۔ تم ننھی سی جان رشتے ہزار۔ رسّاکشی شروع ہوگی یا چوپھی جنگ۔'' او پی ڈی سے فارغ ہو کر کینٹین کی جانب جاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے راحت نے خیال ظاہر کیا۔ راضیہ نے غصے سے دیکھا۔

''میں خاموش ہوں میری خاموشی کا غلط فائدہ مت اٹھاؤ۔''

''تو تم غلط جگہ پر خاموش ہو۔ یہ خاموشی منافقت ہے تم صرف زبانی ہی امو جان کا ساتھ مت دو، عمل کر کے دکھاؤ راضیہ۔ تمہیں معلوم ہے تمہاری ماما ضد سے ہٹ دھرمی سے اپنی بات منوا لیتی ہیں۔'' دونوں خاموشی سے اپنی مخصوص جگہ پر آ بیٹھیں۔

''راحت! میرا دل نہیں چاہتا کہ میں کوئی فیصلہ کروں۔ یہ لوگ مجھے ایسے کیوں نہیں رہنے دیتے۔'' پلکوں کی سطح بھیگنے لگی۔

''رونا ہر مسئلے کا حل نہیں ہوا کرتا راضیہ۔ ماضی سے پیچھا چھڑا لو۔''

''یہ ممکن ہے بھلا۔''

''ہاں ہے۔'' راحت نے اعتماد سے اسے دیکھا۔

''جانتی ہو جب ڈاکٹر شیراز کا رشتہ آیا تھا سچائی سن کر انہوں نے محفل کے درمیان کتنا ذلت آمیز رویہ استعمال کیا تھا۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اس میں میرا کتنا قصور ہے۔ میری ذات سے منسوب کہانی کی تشہیر کرتے ہیں۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میں خود چاہتی ہوں امو جان خوش رہیں مگر.....'' ٹشو سے آنکھیں صاف کیں۔ ''میں جھوٹ پر اپنی زندگی کی بنیاد نہیں رکھ سکتی۔''

''تم..... اپنی زندگی سے اس یقین کو نکال دو کہ تمہارے ساتھ بُرا ہوا ہے تو ہمیشہ ہی بُرا ہوگا۔ اچھے لوگوں کی اس دنیا میں کمی نہیں ہے۔ ڈاکٹر ضرغام آفریدی بہت نائس انسان ہیں۔ ان کی ماما نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔ تمہیں اگر امو جان کی خوشی عزیز ہے تو نیک کام کے لیے انکار مت کرنا۔''

''راحت!'' تذبذب سے اسے دیکھا۔

''بس..... اب خاموش، یہ چند دن تمہارے لیے بہت اہم ہیں۔ تمہارے لیے جو کھینچا تانی شروع ہو چکی ہے اس کا انجام ہو جانا چاہیے۔ راحیلہ آنٹی نے مجھے کہا ہے کہ تمہیں سمجھاؤں اور فرخ شاہ کے لیے آمادہ کروں۔

شادی ہو کر باہر چلی جاؤ گی، ماضی کو کوئی کریدے گا بھی نہیں۔'' راضیہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

''یہ تمہاری پیاری ماما کے خیالات ہیں اور میں تمہیں سمجھا رہی ہوں کہ جیت میری..... میرا مطلب ہے کہ امو جان کی ہونی چاہیے۔ مجھے تم ایک اچھا سا جوڑا اور مٹھائی دے دینا۔'' بات کرتے کرتے انداز شرارتی ہو گیا۔ راضیہ نے تیکھے انداز سے اسے دیکھا۔ اپنے اسٹائل پر راحت خود ہی ہنس دی۔ راحت کے ساتھ راضیہ بھی ہنس دی۔

''اچھا سنو، ضرغام اسپتال چل رہی ہو۔'' راضیہ نے لب بھینچ کر گھورا۔

''بھئی تمہیں تو کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔ رشتے کے متعلق بالا بالا کام ہو رہا ہے، تم میرے ساتھ گھسٹتی ہوئی چلی جانا۔''

''بکو مت!'' وہ دھیرے سے ہنسی۔

''ویسے ڈاکٹر ضرغام اچھے ہیں نا؟'' راحت اس کے قریب جھکی۔ اچھا بیج ڈالنے کے لیے وہ زمین ہموار کر چکی تھی۔

''ہاں، بحیثیت ڈاکٹر اچھے ہیں۔''

''صد شکر کفر تو ٹوٹا۔'' تشکر آمیز انداز میں دیکھا۔

''کیوں جانا ہے تم نے؟'' راضیہ نے پوچھا۔

''وہاں پرسوں ایک مریضہ آئی ہے۔ پیناٹائس بی کی آخری اسٹیج پر ہے۔ اس کے جگر نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور اس کا آدھا چہرہ تیزاب سے جھلسا ہوا ہے۔''

''اف!'' راضیہ کو جھرجھری سی آئی۔

''ڈاکٹر ضرغام اسے ادھر بھیج رہے ہیں۔''

''تو پھر مجھے ادھر جانے کی کیا ضرورت ہے۔''

''کیا..... کیا..... ابھی سے پردہ.....!'' راضیہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

''بکواس مت کرو!''

''اچھا پھر راضی ہونا۔'' راحت کا لہجہ معنی خیز تھا۔ لب کے اقرار یا انکار راضیہ نے کچھ نہیں کہا۔

☆☆☆

''امو جان!'' ان کے گھٹنوں سے سر اٹھا کر دیکھا۔

''آپ پریشان نہ ہوں، میں تو آپ کے ساتھ ہوں نا۔ ماما تو بس.....!''

''کل وہ فائنل بات کرنے آ رہی ہے، اتوار کو لڑکا آ رہا ہے پاکستان۔''

''آپ کیا چاہتی ہیں؟'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''جس خوف میں تم مبتلا ہو اس کا تقاضا یہی ہے کہ بیاہ کر باہر جاؤ۔'' دھیرے سے اس کے بالوں کو سنوارا۔ ''جو ننگی تلوار تمہارے سر پر لٹکی رہتی ہے اس سے تمہیں نجات مل جائے گی۔''

''جس بے بنیاد خوف میں' میں مبتلا ہوں اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے امو جان۔'' وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں ''اس خوف کو میں نے دور ہی نہیں کیا، جب میں سچی ہوں تو کیوں خوف زدہ ہوں۔'' اس نے سر جھکا لیا۔

''دراصل میں دوسروں کے حوالوں سے سوچتی تھی۔ لوگ کیا کہیں گے، لوگ کیا سوچیں گے۔ اپنے حوالے سے میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا لیکن اب..... امو جان! میں نے خود کو مضبوط کر لیا ہے اور اپنی ذات کے لیے جینا چاہتی ہوں۔''

''راضیہ!'' امو جان نے اسے گلے لگا لیا۔

''میرے لیے فیصلہ آپ کریں۔ امو جان اگر وہ مناسب ہے تو ٹھیک ہے۔ میں سر جھکا دوں گی..... مگر.....''

''مگر!'' امو جان مسکراتے ہوئے چونک گئیں۔

''مگر آپ مجھے اتنی دور بھیج سکتی ہیں کیا۔ مجھے آپ کے بغیر نیند نہیں آتی تو پھر آپ.....'' کہتے کہتے جھجک گئی۔

''تو پھر آپ کسی اور رشتے کے متعلق بھی سوچ سکتی ہیں۔'' کہتے کہتے یک دم ہی وہ بلش ہو گئی۔ امو جان پہلے حیران ہوئیں پھر مسکرائیں اور بے ساختہ پیار و محبت سے اپنے ساتھ لگا لیا۔

راضیہ نے بھی ان کی پناہوں میں آسودگی محسوس کی تھی۔

☆☆☆

"میں اس کی شادی پاکستان میں ہی کروں گی۔ میرے اندر راضیہ سے دور رہنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ راحیلہ تم لڑکے والوں کو منع کردو۔ پاکستان آنے کی زحمت نہ کریں، ہم نے پاکستان میں ہی اپنی بیٹی کا رشتہ طے کردیا ہے۔" راضیہ کے اقرار نے انہیں تذبذب سے نکال لیا تھا۔ انہوں نے نہایت اعتماد سے راحیلہ کو انکار کیا۔

"آپ کیسے انکار کرسکتی ہیں، وہ میری بیٹی ہے۔ یہ میری عزت کا سوال ہے امو جان!" راحیلہ کو پتنگے لگ گئے "میں ساری بات طے کرچکی ہوں۔"

"منگنیاں ٹوٹ جاتی ہیں، رشتے ناتے ختم ہوجاتے ہیں، براتیں لوٹ جاتی ہیں۔ یہ تو صرف بات ہے۔ اگر تم میں حوصلہ نہیں ہے تو میں انکار کردیتی ہوں۔" امو جان کا اطمینان قابلِ دید تھا۔

"جو کچھ اس کے ساتھ ہوچکا ہے اس کی مناسبت سے یہ رشتہ ٹھیک نہیں ہے کیا۔"

"نہیں!" صاف انکار تھا۔

"راضیہ..... راضیہ.....!" وہ زور سے چیخیں "میں اس کے کس بل نکالتی ہوں۔"

"مت چیخو۔ وہ ہاسپٹل گئی ہوئی ہے۔"

"آپ اسے پٹیاں مت پڑھائیں۔ میں اسے دیکھ لوں گی۔ شادی اس کی میری مرضی سے ہوگی۔" راحیلہ کی تیز آواز سن کر فرخندہ اور طاہرہ اندر آگئیں۔

"میں اپنی بیٹی سے دستبردار نہیں ہوسکتی۔ اسے اپنے پاس رکھ کر آپ اسے اس کی جائداد سے محروم نہیں کرسکتیں۔"

"راحیلہ!" امو جان کو غصہ آگیا۔

"وہ میری بیٹی ہے۔ جو کچھ ملے گا اسے دیا جائے گا، تمہارا اس سے کوئی واسطہ ہے نا فائدہ۔ وہ میرے عمر کی نشانی ہے۔"

"امو جان اسے آگے پڑھنے میں آسانی رہے گی۔ وہ آگے پڑھنے کے لیے باہر جائے گی۔"

"تمہیں کیا معلوم کہ وہ کس نیچر کی ہے۔ کیا عادتیں ہیں اس کی اور اس کے لیے کیسا جیون ساتھی بہتر رہے گا۔ تم اس کی شادی اٹینڈ کرکے جانا، اپنے ہاتھوں سے کرنا، لڑکا میری پسند کا ہے۔"

"کون ہے!" اچنبھے سے انداز میں دیکھا تو ان کی دونوں بہوئیں بھی چونک گئیں۔

"خاندان کا ہے تو سن لیں، میں اس خاندان میں نہیں کروں گی۔"

"نہیں باہر کا ہے۔ اس کا اپنا اسپتال ہے۔ ڈاکٹر ہے۔"

"اوہ..... تو گویا راضیہ کی پسند ہے۔" بڑی بہو فرخندہ کا طنزیہ انداز تھا۔

"نہیں، اسے تو اس بارے میں معلوم ہی نہیں ہے۔"

"پھر آپ نے کہاں سے دیکھ لیا۔" طاہرہ نے بھی لب کھولے۔

"عامر نے بتایا ہے۔"

"تو کیا آپ نے اس کو اس کے ماضی کے بارے میں بتایا ہے۔ ڈاکٹر..... اور عامر کی پسند!" فطری کینہ توزی نے فرخندہ کے وجود میں سر اٹھایا۔

"ہاں.....! اور اس نے کہا ہے میں ماضی میں نہیں حال میں جیتا ہوں۔" بھرم رکھا۔ ساتھ ہی اس بھرم کے سلامت رہنے کی دعا کی۔

"میں اتوار کو لڑکے والوں کو بلوا رہی ہوں تم بھی مل لینا۔" فرخندہ اور طاہرہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔ راحیلہ پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔ میں راضیہ کو دیکھتی ہوں کہ کیسے کرتی ہے انکار!

☆☆☆

"انکار میں نے نہیں امو جان نے کیا ہے اور میں نے انہیں یہ حق دیا ہے کہ میرے بارے میں اچھا یا بُرا فیصلہ وہی کریں گی۔" راضیہ نے مضبوط لہجے میں سر اٹھا کر ماما کو دیکھا۔

"میں تمہاری ماں ہوں اس بات کی تمہیں خبر ہے۔"

"میری دو مائیں ہیں، ایک آپ جس نے مجھے پیدا کیا۔ ایک امو جان، میری دادی اور میں نے پڑھا ہے

کہ پالنے والے کے حقوق زیادہ ہوتے ہیں۔"

"راضیہ تمہارا فیوچر برائٹ ہوجائے گا۔ تم دنیا کی جس یونیورسٹی میں چاہو گی ایڈمیشن لے سکتی ہو۔ اپنا شاندار اسپتال بنا سکتی ہو۔ اتنی رچ فیملی ہے فرخ کی۔" اب انہوں نے دوسرا حربہ استعمال کیا۔ وہ کسی لالچ میں آنے والی نہیں تھی۔

"پیسہ میرے پاس بہت ہے ماما..... اور زندگی گزارنے کے لیے پیسے کی ہی نہیں محبت کی بھی ضرورت ہے۔ زندگی میں خلوص اور اپنا پن نہ ہو تو زندگی بڑی دشوار ہوجاتی ہے۔ یہ میری زندگی کا المیہ ہے۔ امو جان اگر مجھے اپنی گود میں نہ چھپاتیں تو آج میں ڈاکٹر راضیہ نہ ہوتی۔ معمولی، کمزور، خوف زدہ سی راضیہ ہوتی۔"

"اگر ایسی ہی انہیں تم سے محبت ہے تو تمہیں اس خاندان میں کیوں نہیں بیاہ دیتیں۔ تم انہیں عزیز ہو تو کسی پوتے کے لیے کیوں نہیں لے لیتیں۔" راحیلہ نے اس کے دل کے تاروں کو چھیڑ دیا۔ لمحے بھر کو چپ سی ہوگئی۔

"اس لیے کہ میں عزت سے جینا چاہتی ہوں، میری ذات پر منگنی ٹوٹنے کا دھبا ہے۔ میری زندگی میں سانحہ ہوگیا تھا۔ اس لیے میں نہیں چاہتی کہ....." مضبوط لہجے میں دفاع کیا۔

"کیا انہیں تمہاری سچائی کا یقین نہیں ہے یا پھر..... تم....." ان کا لہجہ انتہائی خود غرضانہ ہوگیا۔ ماں کے طنزیہ انداز کو راضیہ نے دل پر محسوس کیا۔

کیسی بے حس ماں تھیں۔ اس دکھ کو سمجھ ہی نہیں رہی تھیں جو اس کے دل میں تھا اور اس کے درد سے آج تک وہ باہر ہی نہ نکل سکی تھی۔ امو جان کی احسان مند ہی نہیں تھیں۔

"ماما..... پلیز، میں آپ کو کوئی خوشی نہیں دے سکتی۔ آپ واپس چلی جائیں۔" دکھے ہوئے لہجے میں ماں سے کہا۔

"راضیہ۔" انہیں اس لہجے کی توقع نہیں تھی۔ "تمہیں ماں کی عزت، اس کے نام کی پروا نہیں۔"

"ہے ماما، بہت ہے مگر میں مجبور ہوں، ہم اس ٹاپک پر بات نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔" اس کے بعد وہ کمرے میں رکی نہیں اور باہر نکل گئی۔

راحیلہ اسے دیکھتی رہی۔ بالکل عمر کا پرتو تھی۔ ضدی، اپنی منوانے والی۔ وہ تو کیا کچھ نہ سوچ کر آئی تھیں۔ کتنی ویل آف فیملی تھی ان لوگوں کی۔ راج کرتی راضیہ مگر وہ تو پاگل ہورہی تھی۔ امو جان سے دوبارہ بات کروں گی۔ دل میں ارادہ باندھا۔ تاہم راضیہ اور امو جان کا رویہ دونوں ہی ان کے ارادے کو کمزور کررہے تھے۔

☆☆☆

"ہائے! اس کی حالت دیکھ کر میں تو ساکت رہ گئی۔ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بتاتی ہے کہ اس کے شوہر نے اس کا یہ حال کیا ہے۔ ایک ہاتھ کی جلد بھی جھلس گئی ہے۔" اس وقت راضیہ اور راحت اس روم نمبر 15 کی جانب جارہی تھیں جس میں ڈاکٹر ضرغام کے اسپتال سے آئی ہوئی ہیپاٹائٹس کی مریضہ کو رکھا گیا تھا اور جس کا چہرہ جھلس گیا تھا۔ اس کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا گیا تھا۔

"اس نے دو سال میڈیکل پڑھا ہے پھر یہ حادثہ ہوگیا تو وہ اپنی پڑھائی جاری نہ رکھ سکی۔" دونوں روم نمبر 15 تک پہنچنے والے تھے۔

"کیا نام ہے اس کا۔" راضیہ نے قدم بڑھاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"مونا..... مونا مختار۔ پڑھ لیتی تو ڈاکٹر مونا مختار ہوتی۔"

"کیا.....!" روم نمبر 15 کے آگے قدم رک گئے۔ شاک کے سے انداز میں دیکھا۔

"کیا ہوا؟"

ہوسکتا ہے وہ نہ ہو کوئی اور ہو! دل کو تسلی دی۔

"کچھ نہیں۔" سر جھٹکا۔ راحت اسے دیکھتے ہوئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ اس کے پیچھے ہی راضیہ تھی۔

کمرے میں ایک ڈاکٹر مریضہ کو دیکھ رہا تھا۔ سسٹر ٹیبل کے پاس..... چارٹ کیٹس تھامے الرٹ کھڑی تھی۔ مریضہ کا منہ ادھر تھا۔ راضیہ نے دیکھا۔ کالا سیاہ چہرہ، تیزاب نے بالکل بگاڑ دیا تھا۔ ذرا ذرا سی آنکھیں ٹھکی ہوئی تھیں، ایک آنکھ اوپر سے بالکل بند تھی۔ دایاں

ہاتھ صاف ستھرا شفاف بے داغ تھا۔ کسی زمانے میں یہ لڑکی بہت حسین ہوگی۔ راضیہ نے بے اختیار سوچا۔ ہائے ری بدنصیبی۔ دونوں چپ کھڑی دیکھ رہی تھیں۔

''آیئے!'' ڈاکٹر رعنا ان کی طرف متوجہ ہوئے اور راضیہ نے چہرہ گھما کر آواز کی سمت دیکھا۔ پہلے سرسری اور پھر جھٹکے سے چہرہ موڑا۔

''ت.....تم.....!'' لرزیدہ منہ سے نکلا۔

''ر.....راضیہ.....'' اور راضیہ ساکت رہ گئی۔

''تم.....تم.....'' راضیہ نے اسے پہچان لیا۔ وہ وہی تھی، اس کی خوشیوں کی دشمن۔

مونا.....مختار۔ نام کی مماثلت نہیں تھی۔ حقیقت تھی۔ نہیں.....! انتہائی کرب اور خوف سے پیچھے ہوئی۔

''راضیہ کیا ہوا؟'' راحت پلٹی۔

''را.....ضیہ.....تم.....آؤ.....ادھر.....'' مریضہ چیخ کر اٹھی۔

''نہیں.....نہیں.....'' راضیہ خوف سے پلٹ کر باہر بھاگی۔

''رکو.....رکو.....'' مریضہ لڑکھڑاتی زبان میں چیخ رہی تھی۔ راحت کے لیے صورتِ حال غیر یقینی تھی۔ ڈاکٹر رعنا کو دیکھتے ہوئے باہر بھاگی۔

سسٹر مریضہ کو سنبھال رہی تھی۔ جو متواتر چیخ رہی تھی۔ ''رکو.....رکو.....رکو.....'' راحت باہر نکل کر بھاگی۔ بھاگتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا۔ ڈاکٹر ضرغام تیزی سے سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ اتنی جلدی کہاں گئی۔

''ڈاکٹر.....ڈاکٹر ضرغام.....راضیہ کو دیکھا ہے آپ نے!'' پیچھے بھاگی اور پہلی سیڑھی پر ٹھٹک گئی۔ راضیہ آخری سیڑھی پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے خون نکل رہا تھا۔ ڈاکٹر ضرغام تیزی سے سیڑھیاں اتر کر راضیہ کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

''راضیہ.....راضیہ.....!'' راحت حواس باختہ ہو کر بھاگی۔

☆☆☆

''یہ کیا ہوا؟'' راحت نے بے ہوش راضیہ کو دیکھا۔ سیڑھیوں پر گرنے سے بہت شدید چوٹ آئی تھی۔ ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔ ادھر مریضہ جاں کنی کے عالم میں راضیہ راضیہ کر رہی تھی اور ڈاکٹر ضرغام اس سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا؟ اور راحت صرف اتنا ہی بتا سکی کہ روم نمبر 15 کی مریضہ مونا مختار کو دیکھنے گئے تھے کہ خوف زدہ ہو کر بھاگی تھی۔

''کیوں!'' اچنبھے سے انداز میں اسے دیکھا۔ ان کے چہرے پر تفکر کے سائے تھے۔

''یہ.....پتا نہیں۔'' وہ خود بھی پریشان ہو رہی تھی۔

''یہ اتنے کمزور دل کی تو نہیں ہیں کہ خوف زدہ ہو جائیں۔ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے سفید براق بستر پر پڑی راضیہ کو دیکھا۔

''میں ابھی آیا۔ آپ ان کے پاس رہیں گی ہوش میں آنے تک۔'' ڈاکٹر ضرغام سرعت سے باہر کی جانب بھاگے۔

راضیہ.....راضیہ.....'' راحت نے بے اختیار جھک کر راضیہ کا چہرہ چھوا۔

☆☆☆

ڈاکٹر ضرغام روم نمبر 15 میں داخل ہوئے۔ مریضہ کی نظریں بے قراری سے اٹھی تھیں۔ اس کے چہرے کے کرب میں اضافہ ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں دہشت سی در آئی تھی۔

''وہ.....وہ.....''

''ہاں کون.....کیا ہوا آپ کو، کیوں پریشان ہو؟'' ڈاکٹر ضرغام اس کے بیڈ کے پاس رکے۔

''وہ.....وہ نہیں.....آ.....ئی.....''

''کون!''

''را.....ضیہ.....''

''تم کون ہو اس کی، کیا کام ہے؟''

''بلا.....دو.....'' اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر کنپٹیوں میں جذب ہونے لگے۔

''بتاؤ، کیا پرابلم ہے، کیا ہوا؟''

''ا.....سے.....اسے.....بلا.....ؤ.....''

''وہ.....وہ گھر چلی گئی ہے۔''

''ا.....و.....ہ.....'' اس نے تکیے پر سر پٹک

سلام!

جیسا کہ آپ سب جانتی ہیں کہ ہم نے دورِ جدید کی خواتین کے متاثر کن اقوال کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے تاکہ آپ خود میں چھپی صلاحیتوں کو تلاش کریں اور اپنی شخصیت کو بھرپور طریقے سے سامنے لائیں۔ ایف ایم 100 پر ہر سے ہفتہ روزانہ صبح 10 بجے Be In Style پروگرام میں ہماری طرف سے Inspirationals ضرور سنیں، اچھی باتوں کا لطف اٹھائیں اور کچھ پوچھنا ہو تو کال بھی کریں۔

آپ کی بیٹی اور آلویز یلیم



مشکل دن

شاہانہ: مجھے پہلی بار اپنی گائنا کالوجسٹ کے پاس جانے وقت اپنے بارے میں کیا کیا معلومات ساتھ لے جانی چاہئیں؟

مینی: اگر آپ کو پیام سے متعلق کوئی شکایت ہے جیسے مستقل طور پر پیام کا بے قاعدہ ہونا یا پیام کے دوران درد ہونا تو آپ کی گائنا کالوجسٹ مددگار ہو سکتی ہیں۔ اس فہرست میں دی گئی معلومات کے ذریعے آپ اپنا چیک اپ کرواتے وقت اپنی گائنا کالوجسٹ کیلئے آسانی مہیا کر سکتی ہیں:

☆ اپنے گذشتہ پیام کی تاریخ

☆ اپنے پیام کا دورانیہ اور سائیکل

☆ سوالات اور مسائل کی فہرست جو آپ پوچھنا چاہتی ہیں

☆ اگر آپ کوئی دوا استعمال کر رہی ہیں تو اس کا نام۔ (دوا کی خوراک اور نام لکھ لیں، یا دوا کی شیشی اپنے پرس میں رکھ لیں)۔

یاد رکھیں، آپ کی ڈاکٹر آپ کو مخصوص سوالات کے جوابات ہی دے سکتی ہیں اور شاید وہ آپ کو مختلف موضوعات پر کچھ معلوماتی بروشرز دے لیکن سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ تمام سوالات لکھ کر ساتھ لے جائیں۔

مندرجہ بالا معلومات کی تصدیق سوسائٹی آف اوبسٹیٹرز شیخز اینڈ گائنا کالوجسٹس آف پاکستان کی جانب سے کی گئی ہے۔



نا اُمیدی سے بچاؤ

طوبیٰ: کیا آپ کسی ایسی لڑکی کو اچھا سا مشورہ دے سکتی ہیں جس کیساتھ مستقل جذباتی مسائل ہوں؟

مینی: جب ہمیں کوئی جذباتی مسئلہ ہوتا ہے تو عام طور پر یہ مانا جاتا ہے کہ کسی کو کچھ نہ بتایا جائے اور مسئلے کو اپنے تک ہی رکھا جائے مگر یہ صحیح طریقہ نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے مسئلہ اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ جذبات کو دبا دینے سے سر درد بھی ہو جاتا ہے اور کچھ لوگوں کو ڈپریشن کا مسئلہ بھی۔

آپ کے احساسات کی بنیاد آپ کے جذبات پر ہے۔ ایسی جذبات جنہیں منطقی طور پر نپٹنا مشکل ہوتا ہے لیکن بہت ضروری ہے۔ خود کو جاننے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے اندر موجود احساسات کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ احساسات کو سمجھنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اُن سے گذرا جائے۔ اور ان احساسات کو سمجھنے کیلئے چند مشورے پیش ہیں:

1 پہچانیں کہ آپ اصل میں کیا محسوس کر رہی ہیں؟ کبھی غصہ افسردگی بن کر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم اپنی کمزوری چھپانے کی خاطر چیخنے چلاتے ہیں۔ اس موقع پر آپ کو چاہیے کہ غور کریں کہ درحقیقت آپ کیا چاہتی ہیں؟

2 سوچیں کہ آپ کس وجہ سے ایسا محسوس کر رہی ہیں؟ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنی چھوٹی بہن یا بھائی کو بلاوجہ ڈانٹ دیتے ہیں جب کہ بعد میں ہمیں خیال آتا ہے کہ ہم نے اپنی دوست کی بے مروتی کا غصہ اپنے گھر میں کسی پر اُتار دیا۔

3 اگر آپ اپنی دوست کی کسی بات یا حرکت پر خفا ہیں تو اس کو ضرور بتائیں، آپ کو حیرت ہوگی کہ یہ کہہ دینا خود آپ کے حق میں کس قدر مددگار ثابت ہوگا کہ ''میں تم سے فلاں بات پر ناراض ہوں۔''

4 زیادہ جذباتی نہ ہوں، اگر آپ کی کسی دوست کی کوئی بات آپ کو بہت بُری لگی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے بال نوچ لیے جائیں۔ ہر بار یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ آپ اپنے جذبات پر قابو پا سکیں مگر ایسا ضرور ممکن ہے کہ آپ غصے میں اپنی حرکات پر قابو رکھیں۔

5 یاد رکھیں کہ یہ غصہ ختم ہو جائے گا۔ جذبات اچانک تیز لہر کے انداز میں اُبھرتے ہیں اور بالکل اسی طرح بیٹھ بھی جاتے ہیں۔ جیسے اکثر آپ خود کو پیام شروع ہونے سے پہلے بوجھل محسوس کرتی ہیں۔ مگر جانتی ہیں کہ یہ PMS کی علامت ہے جو ظاہر ہے کہ ختم ہو جائے گی۔ نوعمر لڑکیوں میں ہارمونز کے اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے ہر طرح کی علامات اور موڈ کی تبدیلیاں ظاہر ہوتی رہتی ہیں مگر ختم بھی ہو جاتی ہیں۔



بس اپنے احساسات کو سمجھیں۔ ایسا کرنے سے آپ خود کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکیں گی۔

اُس نے کہا!

''جستجو کرو گے تو پا لو گے۔ جس شے کی کھوج نہیں ہوتی وہ ہمیشہ پوشیدہ ہی رہتی ہے۔''

بابسی سِدھوا مشہور انگریزی افسانہ نگار

always

"نہیں..... نہیں..... بلا.....وَ....." بے چینی ہویدا تھی۔ "پلیز۔"

"وہ کل آئیں گی۔" وہ بغور اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

"ک.....ل....." اس کے لہجے میں تڑپ تھی۔

ڈاکٹر کو ضروری ہدایات دے کر وہ باہر نکلے۔ راضیہ بے ہوش تھی اور مریضہ کی حالت مشکوک۔ کیا پرابلم ہے۔ باہر آ کر ریلنگ پکڑ کر بالکونی سے نیچے جھانکا۔ شام کا ملگجا سا اندھیرا پھیلنے کو تھا۔ راضیہ سے جو قلبی تعلق قائم ہونے جا رہا تھا اس کا تقاضا تھا کہ تفکر کیا جائے۔ چند گھنٹوں میں اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ بے ہوش پڑی ہوئی راضیہ برسوں کی مریض لگ رہی تھی۔ کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔ اپنے گھنے بالوں میں انگلیاں الجھائیں۔

☆☆☆

"میں..... میں کہاں ہوں....." وہ جھٹکے سے اٹھی۔

"وہ.....وہ.....!" وہ حواس باختہ تھی۔

"راضیہ..... راضیہ، میں راحت ہوں، تم ہاسپٹل میں ہو۔ کیا ہوا جانو۔" بے اختیار راحت نے آگے بڑھ کر اسے تھاما۔

"وہ..... وہ..... خواب تھا..... کیا۔" اس کی آنکھیں وحشت زدہ ہو رہی تھیں۔

"تم مونا کو دیکھ کر کیوں بھاگی تھیں۔ کتنی چوٹ لگ گئی ہے تمہیں۔"

"وہ..... وہ..... زندہ ہے..... حقیقت ہے۔ کیا.....وہ.....تو....." بے ربط سے جملے تھے۔

"راحت..... راحت میں نے اموجان کے پاس جانا ہے۔ چلو..... چلو..... پلیز۔" اس کے اشک بہہ نکلے۔

"اچھا چلتے ہیں، میں نے عامر کو بلوایا ہے۔ تم اپنی حالت دیکھو۔ ڈاکٹر ضرغام بتا رہے تھے کہ تم کھڑے قد سے گری ہو، جانے کہاں کہاں چوٹ لگی ہے۔"

"میں ٹھیک ہوں، اچھا اموجان کو بلا دو۔" اس کا لہجہ التجائی سا تھا۔

"اچھا میں فون کرتی ہوں اموجان کو۔"

"جلدی کرو۔" اس نے دھیرے سے آنکھیں موند لیں۔ اضطراب نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا تھا۔

"ہوش آ گیا؟" یہ ڈاکٹر ضرغام کی آواز تھی۔

"ہاں۔" راحت کی آواز تھی۔

"کیسی طبیعت ہے؟"

"بہتر نہیں ہے، اموجان کے پاس جانے کی ضد کر رہی ہے۔ بلوایا ہے میں نے۔"

"ہوں۔" اسے اپنی کلائی پر مسیحائی کا لمس محسوس ہوا۔

"مس راضیہ، کیسی ہیں آپ!" اس نے دھیرے سے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا مسئلہ ہے، کیا ہوا تھا؟" زرد رنگت، اترا ہوا چہرہ، شکستہ اعصاب۔

"کچھ نہیں۔" نفی میں سر ہلایا۔

"وہ تو بے ضرر سی حساس مریضہ ہے۔ اس سے کیوں خوف زدہ ہوئیں، آپ تو خود ڈاکٹر ہیں۔" راضیہ کی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔

"اس کی آنکھیں دروازے کی جانب لگی ہیں۔ وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے۔"

"اب کیوں.....اب کیوں؟" بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔ چند آنسو رخساروں پر ڈھلک گئے۔ اس کا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہ رہا تھا۔ وہ بچی تھی۔ بے گناہ تھی سب کو یقین دلا سکتی تھی۔ وہ شعلہ جوالہ صورتیں، وہ شقی القلب چہرے، وہ دلوں کو چیر دینے والی آوازیں۔

توبہ! توبہ! ایسی جگ ہنسائی اس خاندان کا نصیب! استغفار! آپ نے تو اموجان آستین میں ناگن کو پالا ہے۔

یہ ہے بے جا لاڈ پیار کا نتیجہ۔ وقفے وقفے سے لفظوں کی سنگ باری۔ معنی خیز نظریں۔

وہ.....اموجان کا اپنی آغوش میں چھپا لینا۔

"اموجان!" بے ساختہ سرخ آنکھوں کو کھولا۔ ڈاکٹر ضرغام پُرتفکر انداز میں اس کی جانب دیکھے جا رہے تھے۔



''راحت..... راحت..... امو جان.....''

''ہاں میں نے عامر کو فون کیا ہے، لے کر آ رہا ہے۔'' راضیہ کو اپنے وجود میں درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ بے ساختہ چکراتے ہوئے سر کو تھاما۔

''راحت..... راحت.....'' اس پر بے پناہ کمزوری غالب آ رہی تھی۔

''ڈاکٹر ضرغام روم نمبر 15 کی مریضہ کی حالت بہت خراب ہو رہی ہے۔ وہ مسلسل راضیہ کو پکارے جا رہی ہیں۔'' یہ سسٹر شہلا کی آواز تھی۔

اس کے حواس گم ہو رہے تھے۔ اذیت نے جسم و جان کو گھیر لیا۔

''راحت، آپ یہ انجکشن لگا کر آیئے مونا کو۔ میں انہیں دیکھتا ہوں۔'' ڈاکٹر ضرغام کی پریشان کن آواز تھی۔

اور پھر اسے کوئی ہوش نہیں رہا۔

☆☆☆

''حیرت ہے ڈاکٹر راحت! یہ آپ کی بہن ہیں دوست ہیں اور آپ کو نہیں معلوم کہ ان کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ یہ مونا کو دیکھ کر اس قدر حواس باختہ کیوں ہو گئیں۔ کیا تعلق ہے؟ محض کسی مریض کی جھلسی ہوئی جلد، خراب بگڑا ہوا چہرہ کسی کو اتنا خوف زدہ نہیں کر سکتا۔ مجھے لگ رہا ہے ان کے درمیان کوئی تعلق ہے۔''

ڈاکٹر ضرغام اپنے تجربات کی روشنی میں بتا رہے تھے اور راحت کو واقعی علم نہیں تھا۔ وہ بس خاموش رہی۔

ڈاکٹر ضرغام پریشانی سے اپنی کنپٹیاں مسلتے رہے۔ تبھی عامر کے ساتھ امو جان آ گئیں۔

''کیا ہوا راضیہ کو.....'' سخت پریشان تھیں وہ۔ ان کی زندگی میں ایسا ہوا ہی نہیں تھا کہ وہ اسپتال آئیں۔

''وہ ٹھیک ہے۔ کسی خاص ڈپریشن کا شکار ہے۔ بے ہوش ہے۔''

''ڈپریشن.....! کہاں ہے وہ، مجھے اس کے پاس لے چلو۔''

''ڈاکٹر راحت انہیں لے جائیں۔ وہ ڈسٹرب نہ ہوں، سکون ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ ورنہ نروس بریک ڈاؤن کا خطرہ ہے۔''

''جی!'' امو جان کو تھاما اور باہر لے آئی۔

''میری بچی!'' بے ہوش راضیہ کو دیکھ کر وہ پریشان ہو گئیں۔ سفید پٹی سر پر بندھی تھی۔

''سیڑھیوں سے گری ہے۔'' نگاہ چرالی۔

''راضیہ..... راضیہ میری جان، میری بچی۔'' بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام کر چوم لیا۔ راحت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عامر کا ہاتھ تھام کر باہر نکل گئی۔ امو جان اس پر قرآنی آیات کا وِرد کر کے پھونکنے لگیں۔ سخت اضطرابی کیفیت میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔

راضیہ..... راضیہ.....!''

''امو جان۔'' سرخ آنکھوں میں دکھ تھا۔ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

''کیا ہوا بچے! یہ کیا حالت ہو رہی ہے؟'' اس کے پاس بیٹھیں۔

''امو جان!'' دوسرے لمحے وہ ان کے گلے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''میں نے کہا تھا نا امو جان میں بے گناہ ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں مگر..... مگر میرا کسی نے یقین نہیں کیا تھا سوائے آپ کے۔ آپ مجھے جانتی تھیں نا۔ میں آپ کو اپنے سچے ہونے کی گواہی دکھائی ہوں۔ ہم دوسروں پر بہتان لگاتے ہوئے خدا کو بھول جاتے ہیں۔ حسد و رقابت کی آگ جب انسان کو خاکستر کر ڈالتی ہے تو وہ وحشی بن جاتا ہے۔ دیکھیں اس کی وحشت نے کیا دن دکھایا ہے۔ امو جان..... امو جان.....'' اس کی سسکیاں چیخوں میں بدل رہی تھیں۔

امو جان دم بخود اور ساکت تھیں۔

''وہ مجھے بلا رہی ہے، میں نہیں جاؤں گی۔ میں اسے معاف نہیں کروں گی۔ وہ جھوٹی تھی۔ وہ پاگل ہو گئی تھی۔ اس نے مجھ پر الزام لگایا تھا۔''

''امو جان..... امو جان۔'' وہ بچوں کی طرح ان کے سینے میں چھپی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ضرغام ساکت کھڑے تھے۔ امو جان نے اسے سمیٹ لیا۔

''میں نے کہا تھا نا تجھے کہ اللہ سب کا ہے۔ وہ جھوٹ اور سچ کو ہم سے بہتر جانتا ہے۔ وہ بڑا منصف ہے، صبر کر تو صبر کر۔''

''امو جان میں نے صبر کیا۔ میں نے اسے بددعا نہیں دی تھی۔ میں خاموش ہو گئی تھی۔ میرا صبر اس پر پڑ گیا ہے۔ وہ زندہ لاش عبرت کی نشانی ہے۔ آئیں میں دکھاؤں۔'' بے تابی سے سسکتے ہوئے نیچے اتری اور پھر رک گئی۔

''نہیں، آپ جا کر دیکھیں روم نمبر 15 میں ہے۔ وہ مجھے بلا رہی ہے۔ میں اس کے سامنے نہیں جاؤں گی۔'' ضدی سے انداز میں کہا۔ بھیگا ہوا سرخ چہرہ، متورم آنکھیں۔

''راضیہ، میری بچی۔''

''جائیں امو جان وہ میرے سچ کی گواہی ہے۔''

''راضیہ۔'' محبت سے اسے ساتھ لگا لیا ''مجھے کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ تو میرا یقین تھی۔ لوگوں کو چاہیے تھی۔''

''نہیں!'' وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی۔ ''میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ انہیں غفلت کی آگ میں جلنے دیں۔ آپ..... صرف آپ کو۔'' مسلسل اشک باری نے اسے قدرے پُرسکون کر دیا تھا۔ وہ نڈھال سے انداز میں بستر پر گر گئی۔

ڈاکٹر ضرغام بے ساختہ اس کی جانب بڑھے تھے۔

''راضیہ، میری بچی!'' امو جان رو رہی تھیں۔

''یہ ٹھیک ہیں مسلسل کمزوری نے انہیں نڈھال کر دیا ہے۔'' راضیہ آنکھیں موندے پڑی رہی۔

☆☆☆

''میرا نام مونا مختار احمد ہے۔ میں اپنے والدین کی اکلوتی لاڈلی بیٹی تھی۔ میرا ایک بھائی بھی تھا مگر وہ پڑھنے کے لیے باہر گیا ہوا تھا پھر وہ باہر ہی رہ گیا۔ اس لیے ممی ڈیڈی کا سارا پیار میرے حصے میں آیا۔ میری ہر خواہش اور ہر ضد پوری کی جاتی۔ یوں میں اپنی من مانی کرتی۔ خودسر اور ضدی ہوتی چلی گئی۔ مجھے ہر وہ چیز اچھی لگتی تھی جو میری پہنچ سے باہر ہوتی اور میں اسے حاصل کر لیتی تھی۔ ماں باپ کی محبت کا میں نے بہت غلط فائدہ اٹھایا تھا۔

راضیہ عمر بہت خوب صورت، ذہین اور سادگی کا پیکر تھی۔ میں اس سے دوستی کرنا چاہتی تھی مگر اس کا انداز بہت لیے دیئے والا رہتا تھا۔ اسے کتابوں سے عشق تھا۔ وہ کالج صرف پڑھنے آتی تھی۔ اس کی کوئی سوشل ایکٹیویٹی نہیں تھی۔ ہو سکتا تھا میں اس سے دوستی کر ہی لیتی مگر مجھ پر حسد غالب آ گیا اور میں رقابت کی آگ میں جلنے لگی۔

میڈیکل کالج میں مجھے بہرام علی ملا۔ وہ ہم سے دو سال سینئر تھا۔ وہ مجھے بہت پسند تھا۔ میں اسے حاصل کر لینا چاہتی تھی۔ مجھے اس سے عشق ہو گیا تھا مگر..... مگر وہ راضیہ عمر سے پیار کرتا تھا۔ اسے میری دولت نے نہیں راضیہ عمر کی سادگی و متانت نے متاثر کیا تھا۔ اسے میری خوب صورتی نہیں اچھی لگتی تھی، وہ راضیہ کی ذہانت کا اسیر ہو گیا تھا۔ میری ہر کوشش بیکار جاتی رہی اور حسد و جلن کی تپش میں، میں جھلستی رہی۔

وہ ہر قیمت پر راضیہ سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر..... آج میں سچ بول رہی ہوں۔ راضیہ کو کسی سے انسیت نہیں تھی۔ سوائے اپنی تعلیم کے اسے کسی کی پروا ہی نہیں ہوتی تھی۔ کون اس کی خوب صورتی سے جل رہا ہے، کون اس کے عشق میں پاگل ہے وہ اپنی ذات میں مست و ملنگ رہتی تھی۔ بہرام میری جانب متوجہ ہی نہیں ہوتا تھا۔ اس نے میری دوستی کی آفر کو بھی قبول نہیں کیا۔ وہ بھی عجیب نیچر کا بندہ تھا، راضیہ کو پالینا چاہتا تھا پھر میرے شاطر ذہن نے کام کیا۔ بہرام میرا نہیں بن سکتا تو میں نے اسے کسی اور کا بھی بننے نہیں دیا۔

میں نے کالج میں بہرام اور راضیہ کا اسکینڈل مشہور کر دیا۔ ان دونوں کے بارے میں راتوں رات افواہیں اڑائیں۔ دونوں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ میں نے اس کے گھر فون کر کے کہا کہ راضیہ نائٹ ڈیوٹی کے بہانے ہاسپٹل کے ڈاکٹرز کے ساتھ سیر سپاٹے کرتی ہے۔ راتیں گزارتی ہے۔ حسد و جلن اور رقابت کی آگ نے مجھے اندھا کر دیا تھا اور بہرام کے عشق نے پاگل۔

میں نے جعلی قابلِ اعتراض تصویریں راضیہ اور بہرام کی کالج میں بٹوا دیں۔ میں نے ان کا فیوچر برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی مگر اللہ ان کے ساتھ تھا۔

میں سمجھتی تھی کسی کو کچھ معلوم نہیں ہو رہا کہ یہ سب کون کر رہا ہے مگر میری آنکھوں پر غفلت کا پردہ تھا۔ میں اس اللہ کو بھول گئی تھی جو ہر چھپی ہوئی بات کو جانتا ہے۔ اپنی گاڑی سے میں نے بہرام کا ایکسیڈنٹ کر دیا۔ وہ کچھ عرصے کے لیے معذور ہو گیا۔ راضیہ نے کالج چھوڑ دیا۔ کہیں چلی گئی تھی وہ۔ میرا تھرل بھی ختم ہو گیا۔ مجھے بہرام سے زیادہ خوب صورت سفیان مل گیا مگر وہ صرف چہرے کا خوب صورت تھا، دل کا کالا۔ اسے میری دولت متاثر کرتی تھی۔ ہماری شادی دھوم دھام سے ہوئی مگر زیادہ چل نہیں سکی۔ میری شکی طبیعت نے اسے مجھ سے بدظن کر دیا۔ ہمارے درمیان اختلافات رہنے لگے۔ میری زندگی سے سکون رخصت ہو گیا۔ جانے کیوں میں بد اخلاق ہوتی چلی گئی۔

پھر مجھے معصوم راضیہ کا دل دکھانے کی سزا مل گئی۔ مجھے بہرام پر ظلم کرنے کی سزا مل گئی۔ مجھے خدا نے اپنی پکڑ میں لے لیا اور موذی بیماری میں مبتلا کر دیا جس کا علاج ہی ممکن نہیں۔ ممی ڈیڈی نے مرنے سے پہلے میرا ہر ممکن علاج کرایا مگر خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ اسے ہم بھول جاتے ہیں پھر روڈ ایکسیڈنٹ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حسد و جلن کی آگ نے میرا ہنستا بستا گھر تباہ کر دیا۔

سفیان مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس نے مجھ پر تیزاب پھینک دیا مگر ابھی میرے ظلم کا حساب باقی تھا۔ وہ مجھے لاوارثوں کی طرح اسپتال میں پھینک کر چلا گیا۔ جن کو میں نے خاکستر کرنا چاہا خدا انہیں بامِ عروج پر لے گیا۔ سرجن بہرام علی کا نام تو آپ نے ضرور سنا ہو گا اور نامور ڈاکٹر راضیہ عمر تو ہے ہی آپ کی ذات کا حصہ۔

مجھے اس سے معافی دلا دیں۔ میں نے ڈاکٹر بہرام کو بھی فون کیا تھا۔ مجھے معاف کر دیں مگر وہ کسی کی نہیں سنتے۔ میں نے زندگی سے ان کی خوشیاں چھین لیں۔ ان کا حق ہے مجھے معاف نہ کریں مگر راضیہ سے کہیں مجھے معاف کر دے۔ میری آدھی سزا ختم کر دے۔ اس اذیت سے مجھے چھٹکارا دلا دے۔ اب اور نہیں جیا جاتا۔'' وہ ہاتھ باندھے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ انہوں نے اپنا بھیگا ہوا چہرہ دوپٹے سے صاف کر کے اس کا سر تھپکا۔

''مجھے معافی چاہیے، اس سے کہیں مجھے معاف کر دے۔ میری تلاش ختم ہو گئی، اس سے کہیں میری سزا ختم کر دے..... آہ..... میری سزا..... میری خطائیں.....'' وہ اب پھر سے چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ عبرت کی تصویر تھی وہ!

☆☆☆

''خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے بچے۔ ہم کسی کو سزا دینے والے کون ہوتے ہیں۔ خدا کی رضا میں انسان خوش رہتا ہے۔ جا..... جا کر اسے معاف کر دے۔ وہ سخت اذیت میں ہے۔'' امو جان محبت سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ رضیہ انہیں دیکھنے لگی۔

''میں اسے دیکھ کر آئی ہوں، وہ صرف معافی کے انتظار میں ہے۔ ڈاکٹروں نے اسے جواب دے دیا ہے۔ اس کے زخم میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اس کا کھانا پینا بند ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھیں دروازے کی طرف ہیں۔''

''امو جان!'' اس کے منہ سے سسکی سی نکلی۔

''اسے معاف کر دے۔ وہ قیامت تک ورنہ آگ میں جلتی رہے گی۔ اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، تو اپنے اللہ کے لیے اسے معاف کر دے۔ چل..... آ.....'' امو جان نے اپنے محبت بھرے ہاتھوں میں اس کا ٹھنڈا یخ لرزتا ہوا ہاتھ تھام لیا اور وہ چل پڑی۔ اسے چلنا ہی تھا۔ اسے معاف کرنا ہی تھا۔ کیونکہ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا تھا۔ وہ سخت اذیت میں تھی۔ اسے اس کی پہنچ تک لے آیا تھا پھر وہ کون ہوتی ہے کہ معاف کرنے میں بخل سے کام لے۔ اس کا ظرف بہت بڑا تھا۔

☆☆☆

اس کی آنکھیں دروازے کی طرف تھیں ''را..... ضیہ.....'' اس کے ساکت بدن میں جنبش سی ہوئی۔ امو جان کا ہاتھ تھام کر اس کے بیڈ کے پاس ٹھہر گئی۔

''م..... مجھے..... معاف..... کر دو.....'' دونوں ہاتھ جوڑے ''میں نے..... بہت..... بُرا..... کیا..... تھا.....'' آنسو نکل رہے تھے۔

''تم..... امو جان کو بتاؤ کہ میں سچی تھی۔ میں غلط نہیں تھی۔''

''ہاں..... ہاں..... تم سچی تھیں..... بہت..... سچی..... میں غلط تھی۔ مجھے حسد..... جلن..... رقابت کی آگ نے جلا..... دیا..... تھا..... میں..... خدا..... کو بھول گئی..... تھی.....''

''دیکھو خدا نے کیسی سزا دی۔ مجھے..... معاف..... کر..... دو.....'' اس کے جھلسے ہوئے منہ سے بے ربط لفظ نکل رہے تھے۔ مجھے محبت ملی نہ صنم ملا۔ سفیان بھی مجھے چھوڑ گیا۔ میرے اوپر تیزاب پھینک دیا۔ مجھے معاف..... کر..... دو.....'' جڑے ہوئے ہاتھ لرز رہے تھے۔ کسی پل بیڈ سے اس کے قدموں میں گر جاتی۔

''امو جان.....'' بے بسی سے انہیں دیکھا۔ انہوں نے دھیرے سے اسے آگے بڑھایا۔

''مجھے دل دکھانے کی بہت بڑی سزا مل گئی۔ خدا سے کہو مجھے معاف کر دے۔''

''میں نے تمہیں معاف کیا۔'' دھیرے سے ہاتھوں کو تھام لیا ''اپنے خدا کے لیے معاف کیا۔ وہ بہت بڑا منصف ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی خطا کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ ذرا سا صبر بھی اس کے نزدیک بہت بڑا صبر ہے۔'' راضیہ کی آواز سرگوشی میں نکل رہی تھی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ امو جان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ قرار خود بخود راضیہ کے وجود میں پھیل گیا۔

☆☆☆

ڈاکٹر ضرغام کی نگاہوں میں راضیہ عمر اور معتبر ہو گئی۔ وہ محبت سے اپنے دشمن کی مسیحائی کر رہی تھی۔ ایک انجکشن زہر بھرا اس کے بدلے کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا مگر وہ بدلے کی آگ میں مبتلا ہی نہیں تھی اور جب فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا جاتا ہے تو پھر کیسی بدلے کی آگ۔ عجیب سا نور اس کے چہرے پر پھیلا تھا جس نے ڈاکٹر ضرغام کے وجود میں ٹھنڈک سی پھیلا دی۔ ان کا

> ''میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گا جب تک مجھے اپنے سے بالکل الٹ لڑکی نہیں مل جاتی۔''
> ''میرے خیال میں تو پھر تمہیں زیادہ مشکل پیش نہیں آنی چاہیے۔ تمہارے محلے میں کئی ذہین اور باذوق لڑکیاں رہتی ہیں۔''

انتخاب کتنا مکمل ہے۔ اپنے آفس میں بیٹھے وہ سوچ رہے تھے۔ وہ آج ہی گھر جا کر ممی سے بات کرتے ہیں کہ راضیہ کے گھر رشتہ لے کر جائیں۔ آنکھیں بند کر کے دھیرے سے مسکرائے تو بند پلکوں کے پیچھے راضیہ عمر کا سراپا تھا۔ تبھی آہٹ پر آنکھیں کھول دیں۔ سامنے راضیہ عمر کھڑی تھی۔ اس کے ماتھے کا زخم ابھی بھی ہرا تھا۔ شاید پٹی بدلوا کر آئی تھی۔

''جی!'' سنبھل کر بیٹھے۔ آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا۔

''آپ سے ایک کام تھا سر!''

''فرمائیے۔''

''وہ ڈاکٹر سرجن بہرام کو تو آپ جانتے ہیں نا، جن کی پوسٹنگ اسلام آباد ہو گئی ہے۔ جو آپ کے بہترین دوست ہیں۔''

''جی!'' وہ کچھ حیران ہوا۔

''مونا کی کہانی تو آپ کو پتا چل گئی ہے۔ آپ سرجن صاحب سے کہہ کر اس کو معافی دلوا دیں، اس کی اذیت کم ہو جائے۔''

''آپ خود کیوں بات نہیں کرتیں۔'' بغور اسے دیکھا۔

''میں نے بات کی تھی مگر انہوں نے فون بند کر دیا۔ آپ کے تعلقات تو بہت اچھے ہیں نا، تو.....'' وہ چپ سی ہو گئی۔ یہ اس کا جذبۂ مسیحائی تھا جس نے دوست، دشمن کی تفریق ختم کر دی تھی۔ ڈاکٹر ضرغام کے دل میں اس کے لیے اور قدر بڑھ گئی۔

''ٹھیک ہے میں آپ کا کام کر دیتا ہوں مگر آپ کو بھی میرا ایک کام کرنا ہو گا۔'' وہ اس کے رُوبرو کھڑے

ہوئے۔

"کیا!" چونک کر سر اٹھایا۔

"آپ جو بات آپ کی امو جان کہیں وہ مان لیں۔" آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ "دراصل میں مشرقی لڑکا ہوں تو اس لیے آپ سے بات کرتے ہوئے....." ان کا لہجہ شرارتی ہو گیا۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"اس کے باوجود کہ میرے ماضی کے....."

"ہاں اس کے باوجود کہ آپ کے ماضی میں کچھ بھی رہا ہو۔ زندگی کی خوشیوں پر آپ کا بھی حق ہے۔ راضیہ عمر ہم ماضی کو سینے سے لگا کر نہیں جی سکتے۔ ہمیں حال میں جینا ہوتا ہے۔"

"مگر لوگ ماضی کی کھال اتار لیتے ہیں۔ امو جان حقیقت بتا دینا چاہتی ہیں مگر لوگوں میں سننے کا حوصلہ نہیں اور میری ذات کی انسلٹ ہوتی ہے۔ میں روز جینا اور روز مرنا نہیں چاہتی۔ لوگوں کا ظرف بہت چھوٹا اور میرا....." رخ موڑ لیا۔

"مگر..... مجھے ماضی سے دلچسپی نہیں، میرا آج راضیہ عمر سے وابستہ ہے اور میں کل راضیہ عمر کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

اوہ محض جذباتیت "آپ کے گھر والے۔"

"میرے گھر والے میری خوشی میں خوش ہیں۔" وہ سامنے ہوا۔ اس نے جانے کے لیے قدم بڑھائے۔

"پھر..... ہاں..... یا..... ناں....."

"آپ سرجن صاحب سے بات کریں گے کہ....."

"ہاں..... بے شک۔ اگر آپ اپنی امو جان کی بات مان لیں۔" پھر شرارت سے آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ اس کی احتیاط پسندی سے واقف تھے۔ اس لیے سب کچھ امو جان پر ڈال رہے تھے۔

"میں سوچ کر جواب دوں گی۔"

"کب تک!" بے ساختہ ہی کہا۔

چونک کر رخ گھما کر دیکھا ڈاکٹر ضرغام کا چمکتا چہرہ اور پرکشش باتیں کرتی آنکھوں نے مزید چونکا دیا۔ دھیرے سے ہونٹ کاٹا۔ تذبذب کا شکار تھی۔

ڈاکٹر ضرغام سانس روکے جواب کا منتظر۔

"سی آئی ڈی لگوا دیجیے گا۔" اس کے بعد وہ رکی نہیں۔

ڈاکٹر ضرغام بے اختیار مسکرا دیا۔ مڑ کر موبائل اٹھا کر اسلام آباد نمبر ملانے لگا کہ اس کومل سی لڑکی کا جذبہ قابلِ رشک تھا پھر اسے حاصل بھی تو کرنا تھا۔ زندگی کو قابلِ ستائش بنانے کے لیے۔

☆☆☆

بہت سوچنے کے بعد اس نے ہاں کر دی۔ اس نے کوئی فیصلہ کرنا تھا۔ ماما کا فیصلہ ماننے کا اس میں حوصلہ نہیں تھا اور امو جان کو ٹالنے کی ہمت تھی نہ جرات۔ اور نہ ہی اس میں اتنا حوصلہ تھا کہ روشن پیشانی اور مسکراتے لبوں والے ڈاکٹر ضرغام کی آنکھوں سے زندگی کی چمک چھین لیتی۔ زندگی میں ساتھی کا اعتبار زندگی کے سفر کو پُراعتماد بنا دیتا ہے۔

ڈاکٹر راحت اور عامر نے ہاں کے جواب میں دھمال ڈالا۔ سارے کزنز نے گھیر لیا۔ راحت اور راضیہ کی شادی ایک ساتھ ہونے کا فیصلہ کیا جا رہا تھا۔

اور اِک ہاں نے ڈاکٹر ضرغام کو مسرتوں کے گلستان میں پہنچا دیا۔ وہ فون پر مبارک باد دیتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

میں وعدہ تو نہیں کرتا
مگر تیرے آنے پر
یہ حقیقت بتا دوں گا
تیرے وجود کو
اپنی محبت سے
"مجسم"
محبت بنا دوں گا

اور بہاروں کے کتنے پھول اُس کے وجود پر آ گرے۔ سکون کا کیسا احساس اس کے وجود میں اترا تھا۔ کوئی اس کے گالوں پر کھلے تاروں کو دیکھتا تو شرمندہ ضرور ہو جاتا۔